عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

فروغِ اسلام کو روکنے کی تحریک

جلد:۴۰ | ۳ تا ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ نومبر ۲۰۲۱ء | شمارہ:۴۲

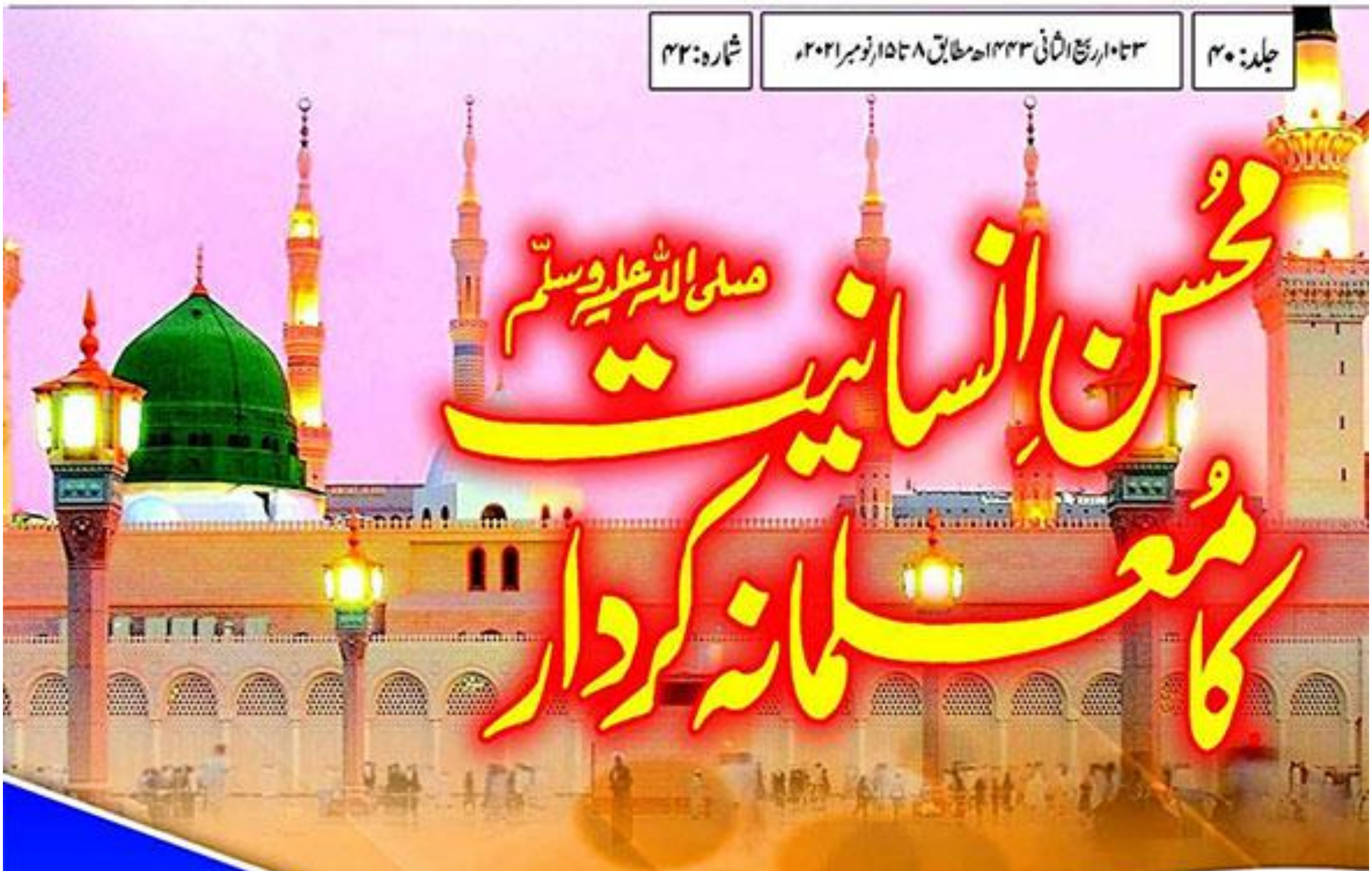

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا معلمانہ کردار

حضرت مولانا مفتی

عبدالسلام چاٹگامی کی رحلت

قادیانیت

علماء کرام کا مشترکہ پارلیمانی کردار

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

والد صاحب کے پلاٹ کی ورثا میں تقسیم

س:...... میرے والد نے عرصہ ۳۵ سال قبل اپنا پلاٹ میرے نام ٹرانسفر کیا اور مجھ سے یہ الفاظ کہے کہ تم میرے بڑے بیٹے ہو، میں جگہ تیرے نام ٹرانسفر کرتا ہوں اور تم میرے بعد اپنی بہنوں اور بھائی کے ساتھ بنا کر رکھو گے اور ان کی ہر طرح مدد بھی کرو گے۔ ۳ بہنوں میں سے صرف ایک بہن مجھ سے بڑی تھی، جس کا ۱۹۹۲ء میں انتقال ہوا اور دو بہنیں مجھ سے چھوٹی ہیں۔ میں نے ۱۹۹۱ء میں ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن سے قرضہ لے کر جگہ تعمیر کی۔ اس تعمیراتی کام کے شروع میں والد صاحب نے مجھے صرف چھ ہزار روپے دیئے اور چار ہزار روپے ایچ بی سی (ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن) کا قرضہ دیا۔ اس طرح والد کے صرف دس ہزار روپے پوری جگہ پر خرچ ہوئے جگہ کی تعمیر کے بعد مجھ سے یہ قرضہ ادا نہ ہوسکا۔ آخر کار ۲۰۱۲ء تک یہ (ایچ بی سی) کا قرضہ دو لاکھ پچھتر ہزار تک جا پہنچا جو مجھ سے ادا نہ ہوسکا۔ وارننگ لیٹر آتے رہے، بالآخر یہ جگہ میں نے فروخت کی اور ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ ادا کیا۔ اس جگہ کے بعد میں نے ایک اور جگہ خریدی۔ اس جگہ میں میری بہنوں اور بھائی نے کوئی ایک روپیہ خرچ نہیں کیا۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے میں یہ فیصلہ چاہتا ہوں کہ جو جگہ میں نے پہلے فروخت کی ہے۔ اس میں میری بہنوں اور بھائی کا والد کے پلاٹ میں کتنا حصہ بنتا ہے؟ کیونکہ اس جگہ کی تعمیر بھی میں نے کی تھی، والد صاحب کا دیا ہوا صرف زمین کا حصہ ہے۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں اگر والد نے یہ پلاٹ اپنی زندگی میں ہی آپ کو ہبہ کردیا تھا، جس پر آپ نے قبضہ کرکے اسے تعمیر کرالیا تھا تو یہ مکان اور پلاٹ آپ کی ملکیت سمجھا جائے گا۔ اس لئے والد کے انتقال کے بعد یہ پلاٹ ان کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگا، لیکن اگر آپ کے والد نے محض آپ کے نام پر ٹرانسفر کیا تھا، اس کا مقصد آپ کو ہبہ کرنا یا ملکیتاً دینا نہیں تھا، صرف اس وجہ سے آپ کے نام کیا کہ آپ اپنے دیگر بہن بھائیوں کی ذمہ داریوں کو نبھائیں، جیسا کہ ان کی بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے دیگر بہن بھائیوں کا خیال رکھنا تو ایسی صورت میں یہ پلاٹ والد کی ملکیت سمجھا جائے گا اور پھر ان کے ترکہ میں شامل ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ صرف پلاٹ کی فروخت کے وقت کی مالیت کا حساب کرلیں اور اس کو سات حصوں میں تقسیم کرلیں، جس میں سے دو حصے آپ کے، دو حصے آپ کے بھائی کے اور ایک ایک حصہ ہر ایک بہن کو دیدیں۔ والد کا چونکہ پلاٹ تھا، اس لئے پلاٹ کی قیمت کو تقسیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو دوسرا مکان آپ نے ذاتی طور پر خریدا ہے، اس میں آپ کے بہن بھائیوں کا کوئی حق نہیں ہے، اس میں وہ آپ سے شرعاً کوئی مطالبہ نہیں کرسکتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۰ ۳ تا ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ نومبر ۲۰۲۱ء شمارہ:۴۲

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبد اللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اسلام اور فروغِ اسلام کو روکنے کی تحریک	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
اصلاحِ معاشرہ اور ہماری ذمہ داری	۹	مفتی ابوالقاسم نعمانی
محسنِ انسانیت ﷺ کا معلمانہ کردار	۱۱	غلام رسول رضوی
سستی و کسل مندی.... ایک لمحۂ فکریہ	۱۳	مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی
مولانا مفتی عبد السلام چاٹگامیؒ کی رحلت	۱۶	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
محسنِ ملت ڈاکٹر عبد القدیر خانؒ کی رحلت	۱۹	مولانا زاہد الراشدی
قادیانیت... علماء کا مشترکہ پارلیمانی کردار	۲۱	مولانا سیّد شجاعت علی شاہ
حضرت مولانا علی المرتضیٰؒ گدائی شریف...	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اسلام اور فروغِ اسلام کو روکنے کی تحریک

اٹھارہ سال سے کم عمر افراد کا قبولِ اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم، جامعہ کے سابق رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر قدس سرہ کے بعد روزنامہ ''جنگ'' کے مقبولِ عام سلسلہ ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' میں عوامی دینی سوالات کے جواب لکھتے ہیں۔ چونکہ آج کل وفاقی حکومتی حلقوں میں ایک بل جس کا بظاہر عنوان تو ''جبری تبدیلیٔ مذہب کی روک تھام'' ہے، لیکن حقیقت میں اٹھارہ سال سے کم عمر افراد کے قبولِ اسلام پر پابندی اور اس سے بڑی عمر کے افراد کے قبولِ اسلام کے آگے پیچیدگیاں اور دشواریاں کھڑی کی جارہی ہیں، اس مجوزہ بل کے بارہ میں آپ سے استفسار کیا گیا تو آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا اور اس کا جواب تحریر کیا، جو روزنامہ جنگ میں قسط وار چھپا ہے۔ مضمون کی افادیت کے پیشِ نظر، کسی قدر حک واضافہ کے بعد قارئین کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا جارہا ہے:

''بعض اخباری اطلاعات کے مطابق ایک ایسا بل اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے تیار کیا جارہا ہے کہ جس کی رو سے جو لوگ اٹھارہ سال سے کم عمر ہوں گے، وہ اگر مذہب تبدیل کریں گے تو ان کا مذہب تبدیل شدہ نہیں سمجھا جائے گا، چونکہ اطلاعات اٹھارہ سالہ افراد کے متعلق ہیں، اس لئے سوال یہ ہے کہ کیا ازروئے شریعت ایسی کوئی پابندی ہے کہ اس عمر سے کم افراد مذہب تبدیل نہ کرسکتے ہوں اور ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے؟

جواب یہ ہے کہ ملک میں کچھ عرصے سے کچھ ایسی قانون سازیاں ہورہی ہیں، جن سے دینی طبقے کے علاوہ عام پاکستانی بھی سخت تشویش میں مبتلا ہیں۔ پہلے ''وقف املاک بل اسلام آباد'' نافذ ہوا، جس کا مقصد پہلے سے موجود وقف املاک کو قومیانہ اور آئندہ کے لئے وقف کا دروازہ بند کرنا ہے، حالانکہ وقف کی اجازت قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ پھر بچوں کی جسمانی سزا کے نام سے ایک ایسا بل پاس ہوا، جس کا عنوان تو جسمانی سزا کی ممانعت ہے، مگر اس کے ضمن میں کچھ ایسے احکام شامل کردیئے گئے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ گھریلو تشدد کی روک تھام اور اس سے حفاظت کے نام پر بھی ایک بل اسمبلی سے پاس ہوکر سینیٹ میں منظوری کے لئے گیا اور سینیٹ نے اس میں کچھ ترامیم تجویز کیں اور اب یہ بل دوبارہ قومی اسمبلی لوٹ آیا ہے۔ بل ایسا ہے جو نام سے لے کر اختتام تک خلافِ شریعت اور خلافِ آئین ہے۔ اس بل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ممالک میں رائج ایک قانون کو لیا گیا ہے، جسے یہاں کے اقدار، روایات اور خاندانی نظام کو سمجھے بغیر من وعن نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

غرض یہ کہ خلافِ اسلام اور خلافِ آئینِ پاکستان قوانین کا ایک لامتناہی سلسلہ ایسا شروع کردیا گیا ہے، جو منقطع ہونے کا نام نہیں لے رہا، چنانچہ ایسی اخباری اطلاعات ہیں کہ ایک نیا مسودۂ قانون زیرِ غور ہے، جسے جلد ہی منظوری کے لئے پیش کردیا جائے گا۔

یہ امر کہ اٹھارہ سال سے کم عمر افراد کا مذہب تبدیل کرنا قانون کی رو سے غیر معتبر قرار پائے گا اور یوں قرار دیا جائے گا کہ اس نے مذہب تبدیل کیا ہی نہیں ہے، اگر حقیقتِ واقعہ اسی طرح ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلام کا دروازہ نئے مسلمان ہونے والوں پر بند کیا جا رہا ہے۔

کس قدر حیرت، بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارا دستور تو اسلامی احکام کے مطابق ہی قانون سازی کی اجازت دیتا ہے، مگر قانون ساز اس ملی میثاق کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، جس کے تحفظ اور پاس داری کا انہوں نے خود بھی حلف اٹھایا ہے۔ قرآن کریم کی آیات ہر چھوٹے بڑے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ آخر ہم کسی کو کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہے، جب کہ قرآن کریم نے اس طرح کہنے کی ممانعت کی ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ بروج کی تفسیر میں اس لڑکے کا واقعہ خصوصیت سے مفسرین ذکر کرتے ہیں جس نے اس وقت کا دینِ حق قبول کیا تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلے آسمانی ادیان میں بھی چھوٹی عمر کے لوگ دینِ حق قبول کر سکتے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں باقاعدہ باب باندھا گیا ہے: ”باب اذا آسلم الصّب فمات، هل صل عله، وهل عرض على الصّب السلام“

اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ”هذه الترجم معقود لصح سلام الصب۔“ (صحیح بخاری، ج:۲، ص:۹۴)

یعنی یہ ہیڈنگ اس لئے ڈالی گئی ہے کہ بچے کا اسلام قبول کرنا درست ہے۔ ایک یہودی لڑکے کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے وفات سے قبل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین پر اسلام قبول کیا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے: صحیح بخاری، ج:۲، ص:۹۴)

اب یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بچوں کا اسلام قبول فرمائیں اور ہماری ریاست اسے مسترد کر دے۔ اگر اٹھارہ سال کی شرط لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے کم عمر کا شخص نابالغ رہتا ہے تو اول تو نابالغ کا اسلام قبول کرنا بھی درست ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت کی رو سے بلوغت کی زیادہ سے زیادہ عمر پندرہ سال ہے۔ پندرہ سال کی عمر بھی اس وقت ہے، جب اس سے پہلے لڑکے یا لڑکی میں بلوغت کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو، ورنہ لڑکا بارہ سال میں اور لڑکی نو سال میں بلوغت حاصل کر سکتی ہے۔ اگر قانون سازوں کا یہی اصرار ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر افراد کا اسلام قبول نہیں ہے تو پھر ان کے پاس ان بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان کا کیا جواب ہے جو بلوغت سے قبل اسلام لائے تھے؟ خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا بچپن میں اسلام لانا تو ہمارے بچے بچے کو از بر ہے اور خود حضرت علیؓ اشعار پڑھ پڑھ کر اپنے اس کارنامے کو فخریہ بیان کرتے تھے:

سَبَقتُکُم إِلَی الإِسلَامِ طُرّاً غُلَاماً مَا بَلَغتُ اَوَانَ حُلمِي

ترجمہ: ”میں نے تم سب سے پہلے نوعمری میں ہی اسلام قبول کیا، جبکہ میں بچہ تھا، بلوغت کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا۔“

اس وقت ان کی عمر ایک قول کے مطابق سات سال اور ایک قول کے مطابق دس سال تھی۔ (سیرت ابن اسحاق، ص:۱۳۷، دار الفکر، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی بلوغ سے قبل اسلام لائے تھے۔ (طبقات الکبریٰ، ج:۲، ص:۲۶۹)

اسی عمر میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے۔ (الاستیعاب، ج:۴، ص:۱۱۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قبولِ اسلام کے وقت عمر نو سال تھی۔ (الاصابہ، ج:۸، ص:۴۲)

اسی طرح حضرت مسلمؓ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی کم عمری میں اسلام لائے تھے۔

غرض یہ کہ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک طویل فہرست ہے جو نوعمری میں اسلام لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مستند حالات بھی کتابوں میں محفوظ ہیں، ان میں بھی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو بالغ ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور ان کا اسلام درست اور عند اللہ قابلِ قبول تھا۔

یہی تینوں طبقات (صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) ہمارے مقتدا اور رہنما ہیں، ہمیں ان کی اتباع کا حکم ہے، مگر آج اگر کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو مجوزہ بل کے مطابق اس کا اسلام، اسلامی جمہوریہ پاکستان کو قبول نہیں ہوگا اور ایسے بچے کو پیغام ہوگا کہ وہ بدستور کفریہ ماحول میں رہے، کفر کے شعائر اختیار کئے رکھے، تاریکیوں میں بھٹکتا رہے، جھوٹے خداؤں کے سامنے جھکتا رہے، ناپاک کھاتا رہے، حرام پیتا اور پہنتا رہے، اللہ اور رسول کے ساتھ دشمنی جاری رکھے اور اگر مر کر جہنم کا ایندھن بنتا ہے تو بن جائے، مگر اسے اللہ تعالیٰ کو معبود، اسے وحدہٗ لاشریک لہ ماننے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اور سچا رسول تسلیم کرنے، قرآن پاک کو برحق کتاب جاننے، خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے، سلف صالحین کو اپنا رہنما اور پیشوا بنانے، اپنا نظریہ حیات تبدیل کرنے، مسلمان کمیونٹی میں شامل ہونے، اندھیروں سے روشنی کی طرف آنے اور اسلام کے دامنِ امن میں پناہ لینے کی اجازت نہیں ہے، اِنّا للّٰہ وِانّا اِلیہ راجعون۔

معلوم نہیں کہ سینوں میں دل اور دلوں میں ایمان و یقین نہیں یا عقلیں ماؤف اور حواس معطل ہو گئے ہیں؟ ایک چھوٹی اور معمولی نیکی سے روکنا گناہ ہے تو اسلام تو تمام نیکیوں کی جڑ اور اس کا سرچشمہ ہے، اس سے روکنا کس قدر ظلمِ عظیم ہے۔

اس بل کے محرک جو لوگ ہیں، وہ اگر غیر مسلم ہیں تو انہیں اس طرح کی قانون سازی کا حق نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان ہیں اور ہم یہی سمجھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے خود تو صراطِ مستقیم کی دعا مانگتے ہیں اور دوسروں کے لئے یہ دروازہ بند کرتے ہیں، خود یہ اقرار کرتے ہیں کہ ”وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ“ یعنی ہم راہِ حق سے ہٹے ہوئے لوگوں سے بیزار ہیں، مگر خود ان ہی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو، ورنہ آگ تمہیں چھولے گی اور ہماری مقننہ آگ میں لوگوں کو جھونک رہی ہے، بلکہ خود اس میں کودنے پر آمادہ ہے، فیاللاٰسف۔

اگر کم عمروں کے اسلام قبول کرنے پر پابندی ہے تو بڑی عمر کے لوگ تو اسلام قبول کر سکتے ہیں۔ اب فرض کیجئے ایک بڑی عمر کا شخص اسلام لاتا ہے اور اس کے چھوٹے بچے بھی ہیں تو اس بل کی رو سے وہ بچے غیر مسلم ہی رہیں گے اور انہیں مسلمان ہونے کے لئے اٹھارہ برس کا انتظار کرنا ہوگا اور اگر اٹھارہ سال سے پہلے وہ شادی کر لیتے ہیں اور ان کی اولاد ہو جاتی ہے تو وہ بھی غیر مسلم رہے گی۔

اٹھارہ برس تک پہنچنے کے بعد بھی یہ ضمانت نہیں ہے کہ وہ اسلام قبول کر سکیں گے، کیونکہ اس عمر کے بعد بھی اسلام قبول کرنے کے لئے کچھ ایسی سخت اور کڑی شرطیں رکھی گئی ہیں کہ جن کی رو سے اسلام قبول کرنا ناممکن نہیں تو سخت اور مشکل ضرور ہے، چنانچہ بل کے متعلق شنید یہ ہے کہ اٹھارہ سال سے زائد عمر کا کوئی شخص مذہب تبدیل کرنا چاہے تو سب سے پہلے وہ جج کو درخواست دے گا، جج درخواست موصول ہونے کے بعد سات یوم کے اندر انٹرویو کی تاریخ مقرر کرے گا، اس کے بعد مذہبی اسکالروں سے اس کی ملاقات کا اہتمام کرایا جائے گا، پھر اسے تین مہینے تک مذاہب کے تقابلی مطالعے کا وقت دیا جائے گا، اس کے بعد بھی اگر وہ مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ ہے تو اسے قبولِ اسلام کی سند دے دی جائے گی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب مذہب کی تبدیلی صرف سرکاری سطح پر ہی ممکن ہو سکے گی اور جو لوگ عدالتی طریقہ کار سے ناواقف ہوں یا جنہیں آسانی سے یہ سہولت میسر نہ ہو یا جو لوگ اس جھمیلے میں پڑنا اور اس الجھن میں الجھنا نہیں چاہتے یا جو کسی مصلحت کے تحت فی الحال اپنے قبولِ اسلام کو افشا نہیں کرنا چاہتے، وہ بھی غیر مسلم ہی رہیں گے۔

قبولِ اسلام کے لئے اتنا طویل دورانیہ کیوں رکھا گیا ہے؟ اس کے پیچھے یہ فاسد نیت نظر آتی ہے کہ ایک تو اسلام کے حلقے میں آنا مشکل بنا دیا جائے، دوسرے یہ کہ اس کے خاندان کے لوگ اسے ڈرا، دھمکا کر قبولِ اسلام سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر مختلف مذاہب کے مواد کا مطالعہ کرانا مقصود ہے تو اس سے پہلے ملک میں شرح خواندگی بھی معلوم کر لینی چاہیے۔ کیا ایسے شخص کو بھی تقابلِ ادیان کے مطالعے اور اس کے بعد رائے قائم کرنے کا کہا جائے گا، جس نے زندگی بھر اسکول یا مدرسے کی شکل بھی نہ دیکھی ہو اور جو اپنا نام تک لکھنا نہ جانتا ہو۔

اگر مقصد اس بات کی تحقیق ہے کہ اسلام قبول کرنا کسی جبر اور دباؤ کے سبب نہیں ہے، بلکہ آزادانہ مرضی سے ہے تو معصومانہ سوال یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کتنے معاملات ایسے ہیں، جن میں رضامندی معلوم کرنے کے لئے اتنی طویل مدت اور اتنی سخت شرطیں رکھی گئی ہیں۔ اگر وہ کوئی کاروباری معاملہ یا نکاح کا معاہدہ کرنا چاہے جو زندگی بھر کا بندھن ہے اور اس میں رضامندی کے اظہار کے لئے صرف ایک لفظ ''قبول'' کافی ہے تو اللہ تعالیٰ سے بصورتِ اسلام معاہدہ کرنے کے لئے اس پر اتنی کڑی شرائط کیوں عائد کی جارہی ہیں؟ اسلام تو دل سے اسلام کو سچا جاننے کا نام ہے، زبان سے اقرار تو اسے مسلمان سمجھنے کے لئے ہے، اب اگر قبولِ اسلام کے لئے زبانی اظہار نا کافی ہے تو باطنی رضامندی معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس کیا آلہ اور پیمانہ ہے؟

تاریخ کے کس دور سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے نومسلموں کو کہا گیا ہو کہ پہلے عدالتی طریقۂ کار سے گزرو، پھر صبر کرو، خوب غور وفکر کرو اور اس کے بعد فیصلہ کرو؟ بل کو جبری تبدیلیٔ مذہب کا عنوان دے کر دنیا کو کیا پیغام دینا مقصود ہے؟ اگر بزور وجبر مذہب تبدیل کرانا جرم ہے تو زور زبردستی سے کسی مذہب پر قائم رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر جبراً کسی کو مسلمان بنانا مقصود ہوتا تو ہندوستان میں ساڑھے نوسو سال اور اسپین میں آٹھ سو سال مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، اس وقت ریاستی قوت کے ذریعے بہت سہولت سے لوگوں کو مسلمان بنایا جاسکتا تھا۔

قرآن وسنت کے علاوہ مجوزہ بل ہمارے دستور، اقوامِ متحدہ کے منشور، عدل وانصاف کے مسلمہ اصولوں اور عقل ودانش کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔ ہمارا آئین اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیتا ہے اور قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کی ضمانت فراہم کرتا ہے:

''اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔'' [آئین پاکستان، آرٹیکل ۲]

''قراردادِ مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگا۔'' [آرٹیکل (۲) الف]

''تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے تابع بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے، اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔'' [آرٹیکل ۲۲۷(۱)]

آرٹیکل ۳۱ اسلامی طریقِ زندگی کے بارے میں ہے اور اس کی پہلی شق میں درج ہے کہ: ''پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کیے جائیں گے، جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔''

آئین کے یہ احکامات اس بارے میں بالکل واضح ہیں کہ یہاں قانون سازی قرآن وسنت کے مطابق ہوگی، مگر ہمارے قانون ساز ان احکام کو اہمیت دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ شریعت اور دستور کے علاوہ اقوامِ متحدہ کے ''انسانی حقوق کے عالمی منشور'' کی رو سے بھی اسلام قبول کرنے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔'' چنانچہ دفعہ ۱۸ میں ہے کہ:

''ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔''

اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادات اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دینی طبقے اور پاکستانی عوام کو اس وقت بھی حیرت ہوئی تھی، جب سندھ اسمبلی میں اس نوع کا قانون پیش ہوا اور بابُ الاسلام سندھ میں اسلام کا باب بند کرنے کی کوشش ہورہی تھی اور جن کے آباؤ واجداد ایک نوعمر محمد بن قاسمؒ کے ہاتھوں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے تھے، ان کی نسل نوعمروں کے قبولِ اسلام پر پابندی لگانے جارہی تھی۔

بل کے عنوان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ یہ اسلام کے خلاف نہیں، بلکہ جبر کے خلاف ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جبر سے روکنے والا بل خود بدترین جبر پر مشتمل ہے۔ اگر طاقت کے زور سے کسی کو مسلمان بنانا جبر ہے تو ریاستی قوت کے ذریعے کسی کو اسلام سے روکنا اس سے بڑا جبر ہے۔ وڈیروں، جاگیرداروں، ساہوکاروں کے ظلم واستبداد سے اور باطل ادیان کی تنگی اور مشقت سے اگر کوئی بیزاری کا اظہار کر کے اسلام کی آغوش میں پناہ لیتا ہے اور مسلمان انصارِ مدینہ کی سنت کو تازہ کرتے ہوئے انہیں ٹھکانہ دیتے ہیں اور مدد وتعاون کرتے ہیں تو قانون کے زور سے انصارِ مدینہ کی اس سنت پر کیوں پابندی لگائی جارہی ہے؟ اگر اسلام برحق ہے اور شریعت، قانون اور اقوامِ متحدہ کے منشور کی رو سے ہر انسان کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق حاصل ہے تو پھر مبلغین کے لئے اس بل میں سزائیں کیوں تجویز کی گئی ہیں؟ اگر نومسلم اسلام لانے کے بعد اپنے عقیدے اور نظریئے کے حامل شخص سے نکاح کرتا ہے تو نکاح قانون شکنی کیوں ہے؟ اور نکاح خواں شریکِ جرم کیوں ہے؟

پاکستان میں مسلمان اکثریت میں اور غیر مسلم اقلیت میں ہیں، مگر اس کے باوجود دونوں رواداری اور پرامن بقائے باہمی کے تحت زندگی گزارتے ہیں، مگر اس بل کے ذریعے ان میں تصادم اور کشمکش کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اقلیتوں کو وہ تمام حقوق ملنے چاہئیں، جو ان کا حق ہے اور ان کے ساتھ کوئی ناانصافی ہورہی ہے تو اس کا مداوا کیا جائے، مگر جانبدارانہ قوانین کے ذریعے اقلیت کو اکثریت پر مسلّط کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ملک وملّت کے لئے اس کے نتائج مفید ثابت نہیں ہوں گے۔ الحاصل جبر کا عنوان دینے سے مقصد صرف اور صرف قانون سازی کے لئے راہ ہموار کرنا اور اسے قابلِ قبول بنانا ہے، ورنہ حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور جبر سے روکنے والا بل اپنے مندرجات کی وجہ سے خود جابرانہ ہے۔

اس موقع پر قوم اپنے نمائندوں سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ جب ”جبر“ کا وجود نہیں ہے اور جبری تبدیلی مذہب کے مقدمات ریکارڈ پر نہیں ہیں اور اگر اس نوع کا کوئی مقدمہ درج بھی ہوا ہے تو نومسلم نے بھری عدالت میں کہا ہے کہ اس نے جبر کے ذریعے نہیں بلکہ آزاد مرضی سے اسلام قبول کیا ہے تو پھر ایک ایسی برائی (جبر) کے خلاف قانون کیوں وضع کیا جارہا ہے جس کا وجود ہی نہیں ہے؟ اس کا نقصان یہ ہے کہ برائی کی غیر ضروری تشہیر ہوتی ہے، کیونکہ قانون چغلی کھاتا ہے کہ برائی موجود ہے، جس سے ملک دشمن قوتوں کو زہریلا پروپیگنڈا کرنے اور وطنِ عزیز کو بدنام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دنیا کو کوئی حق نہیں ہے کہ ہمیں بدنام کرے، مگر ہمیں بھی دنیا کو ایسا موقع نہیں دینا چاہیے۔

ایک طرف اگر یہ حقیقت ہے کہ بلاضرورت قانون سازی کردی جاتی ہے تو دوسری طرف یہ مصیبت ہے کہ ہر برائی کا علاج قانون کے نفاذ میں ڈھونڈا جاتا ہے اور قانون سازی سے پہلے کے لازمی مراحل، مثلاً: عوامی رائے عامہ کا احترام، اسلامی اقدار وتہذیب کی حفاظت اور اصلاحِ معاشرہ کی رعایت وغیرہ نظرانداز کردیئے جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ قوانین کی ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے، چنانچہ آج مشاہدہ ہے کہ قوانین کی کثرت ہے، مگر ان کی منفعت نہ ہونے کے برابر ہے۔

بہرحال یہ کچھ مختصر معروضات تھیں جو مجوزہ قانون کے حوالے سے تھیں۔ میری اس سلسلے میں وزارتِ مذہبی امور سے گزارش ہے کہ وہ ایسی قانون سازی روکنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ اسلامی نظریاتی کونسل بھی دستور کے تحت حاصل اختیارات کے تحت اس مجوزہ بل کو غیر شرعی ہونے کی وجہ سے مسترد کرنے کی سفارش کرے۔

اسمبلی کے اراکین نے اگر اس سلسلے میں سیاسی مصلحت کا خیال رکھا یا کسی بھی قسم کے دباؤ کو قبول کیا، ایک طرف تو عنداللہ مجرم قرار پائیں گے ہی، دوسری طرف پاکستانی عوام کے غیظ وغضب کا شکار بھی ہوں گے۔ خدارا! اسلام کا دروازہ غیر مسلموں پر اور آسمانی رحمتوں کے دروازے اس ملک پر بندمت کیجئے۔“

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ آجمعین

اصلاحِ معاشرہ اور ہماری ذمہ داری!

مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ

ہر مسلمان مرد وعورت کی ذمہ داری ہے کہ ایمان وعقیدہ کی درستگی کے ساتھ خود بھی نیک اعمال کا خوگر ہو، برائیوں سے پرہیز کرے اور دوسروں کو بھی صالح بنانے کی کوشش کرے، اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی فکر اور جدوجہد کرے۔

اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں اس امت کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

”کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔“

(سورۂ آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ:”تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کو نفع رسانی کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خود بھی ایمان والے ہو۔“

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ“ (بخاری)

ترجمہ:”تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

ان سب ارشادات سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ایمان اور عقیدہ کی درستگی کے ساتھ اپنے اعمال، اخلاق، عادات اور معاملات کو شریعت وسنت کے مطابق بنانے کی کوشش کرے لیکن صرف اپنے ایمان اور اعمال کی فکر کافی نہیں بلکہ درجہ بدرجہ اپنے اہل خانہ، اہل وعیال، اہل محلّہ، اہل شہر بلکہ تمام لوگوں کو نیکی کی راہ پر لانے کی فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ ”والعصر“ میں زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ تمام انسان خسارے اور نقصان میں ہیں، سوائے ان کے جو ایمان والے ہوں، اچھے کام کریں، آپس میں ایک دوسرے کو صحیح بات کی تلقین کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی تاکید کریں۔

ایمان کا ادنیٰ درجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تم میں سے جو شخص بھی کسی منکر (غلط کام) کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے نکیر کرے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے مٹائے یعنی دل میں برائی کو دیکھ کر کڑھن پیدا ہو اور اس برائی کو ختم کرنے کی فکر کرے، اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے نیچے ایمان کا معمولی درجہ بھی نہیں ہے۔“ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ذمہ داری بلا امتیاز ہر امتی کی ہے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ حالات کا جائزہ لے، اور اپنے اردگرد جہاں بھی کوئی عملی، اخلاقی برائی نظر آئے اس کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرے۔

> **اب ختم نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین کی محنت، امت کے علماء، مشائخ، مصلحین، ائمہ اور فکرمند افراد کو عطا فرمائی ہے، اس لئے جو حضرات بھی اس سلسلہ میں اپنی صلاحیت، محنت اور وقت صَرف کریں، یہ ان کے لئے موجب اجر وثواب ہے**

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

اسی عمل کو قرآن وسنت کی زبان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، اور جگہ جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور اس عمل میں کوتاہی برتنے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

ترجمہ:”فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس

کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہارے اوپر عذاب بھیجے گا پھر تم اس سے دعائیں مانگو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔‘‘ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

ترجمہ:’’فرمایا کہ جو شخص بھی ایسی قوم میں ہو جن میں گناہ کئے جارہے ہوں اور وہ اس کے مٹانے پر قادر ہوں اور پھر بھی نہ مٹائیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کردے گا۔‘‘

(ابوداؤدوابن ماجہ)

معاشرہ کی حالت زار:

اس وقت عام طور پر مسلم معاشرہ کی جو صورت حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، سب سے اہم عبادت نماز سے غفلت عام ہے، نشہ بازی، جوا، سٹہ اور طرح طرح کی مخرب اخلاق اور تباہ کن عادتوں میں معاشرہ کا بڑا طبقہ مبتلا ہے،شادی کے موقع پر فضول خرچی، جہیز اور لایعنی رسوم کی پابندی کی وجہ سے کتنے گھرانے تباہ ہو رہے ہیں، ملٹی میڈیا موبائل کے غلط استعمال سے نوجوان طبقہ بے حیائی اور فحاشی کا شکار ہورہا ہے۔

گھروں میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہے یہ اور اس جیسی متعدد عملی اور اخلاقی خرابیوں میں معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔

دوسری طرف ان جیسی خرابیوں کے ازالہ کے لئے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی اصلاح معاشرہ کے لئے جیسی مسلسل اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہے اس میں بھی عام طور پر کوتاہی ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں امت میں عام طور پر بے چینی، پریشانی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔

ہماری ذمہ داریاں:

ان حالات میں تمام مسلمانوں اور خاص طور پر علماء کرام، ائمہ مساجد، متولیان مساجد، بستی اور برادری کے ذمہ دار افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے خود محنت کریں اور اس سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کے ساتھ عملی اور فکری تعاون پیش کریں۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ معاشرہ کی اصلاح اور رسم ورواج کو ختم کرنے کی محنت بہت قیمتی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا ہے۔ جب بھی دنیا میں بگاڑ پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی برگزیدہ بندہ کو نبوت سے سرفراز فرماکر قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔

داعی کے اوصاف:

اب جبکہ اللہ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آچکے اور آپ نے تبلیغ دین کا کام امت کے حوالہ فرماکر انہیں یہ ہدایت دی کہ جن لوگوں تک دین کی تعلیمات پہنچیں وہ دوسروں تک پہنچائیں، تو اب ختم نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت امت کے علماء، مشائخ، مصلحین، ائمہ اور فکر مند افراد کو عطا فرمائی ہے۔ اس لئے جو حضرات بھی اس سلسلہ میں اپنی صلاحیت، محنت اور وقت صرف کریں یہ ان کے لئے موجب سعادت ہے۔ خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ اس کام میں لگنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس راہ میں مخالفت اور طعن وتشنیع کا بھی سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ ’’والعصر‘‘ میں اس بات کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ اپنے ایمان وعقیدہ کی درستگی اور اعمال صالحہ کے اہتمام کے ساتھ ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کریں تو اس بات کی بھی تلقین کریں کہ حق کی اشاعت کی راہ میں آنے والی دشواریوں اور مشکلات پر صبر کریں، اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھنا ہے کہ جس خیر کی دعوت دی جائے خود اس پر عمل کی کوشش کی جائے اور جس منکر سے دوسروں کو روکا جائے خود بھی اس سے پرہیز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیں اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے:

’’اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ.‘‘ (البقرہ:۴۴)

ترجمہ:’’کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھلادیتے ہو۔‘‘

حاصل یہ ہے کہ معاشرہ کا فساد اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے جس کے نتیجہ میں امت بے چینی، پریشانی، ذلت ونکبت اور زبوں حالی میں مبتلا ہے اس لئے اس صورت حال کو بدلنے کے لئے ہر رخ سے محنت کرنا ضروری ہے، اور یہ محنت وقتی اور محدود نہیں ہونی چاہئے بلکہ پوری لگن و دلچسپی کے ساتھ جاری رہنی چاہئے۔

☆☆..................☆☆

محسنِ انسانیت ﷺ کا معلّمانہ کردار!

جناب غلام رسول رضوی صاحب

عالمی سطح پر مستقل انداز سے کفر والحاد کی پسپائی اور نقب زنی کی شروعات ان تحریکات کا ردعمل ہے جو صدیوں پیشتر جزیرۂ نمائے عرب میں ابھری تھیں جن کا سہرا قدرت نے بجا طور پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر باندھا تھا اور کیوں نہ ہو کہ اس ذت ستودہ صفات کی آمد کا مقصد وحید یہی امر تھا کیونکہ محض حروف کی صورت میں ارشادات و پیغامات کا ارسال اگر حق تعالیٰ کا مقصود ہوتا تو وہ قرآن کو کسی جبل مستقیم پر بھی مرتسم فرما سکتا تھا، مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت کو جہالت و سفاہت کے دبیز پردوں کو چاک کرنے کے لئے منتخب فرمایا اور بحسب مشیت قرآن حکیم کے اعلیٰ خزائن کا نہ صرف واقف کار بلکہ ان کی معلمانہ تشریح وتعبیر کا بااثر ذمہ دار بھی بنالیا۔ کتاب اور معلم کے اسی ربط باہمی کا اعتراف قرآن کریم یوں کررہا ہے کہ:

ترجمہ: ''ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب و پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔'' (البقرۃ:۱۵۱)

ایک معلم کے لئے بیک وقت غیر معمولی طور سے کئی معمارانہ صلاحیتیں اور لیاقتیں درکار ہوتی ہیں۔ معلم ان میں سے کسی بھی ایک گوشہ سے فروتر ہو تو اس کی تعلیمی وتدریسی حیثیت قدغن کا شکار ہوجاتی ہے اور اس کے اثرات میں بھی نوبت بہ نوبت گراوٹ پیدا ہونے لگتی ہے مگر اس پس منظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بڑی بے غبار اور قابل تقلید ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین سبجیکٹ تباہی کی کگار پر کھڑی انسانی سوسائٹی کی صلاح وفلاح تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قریہ، شہر یا ملک کے راہبر نہیں تھے بلکہ معلم کائنات تھے۔ ماہرین تعلیم کے بموجب چاہے جس میدان سے تعلق رکھتا ہو مندرجہ زاویہ ہائے تعلیم وتبلیغ اس کے خمیر و جبلت کا حصہ ہونا چاہئے۔

مضمون سے دلچسپی:

یہ سب سے اہم ترین عنصر ہے۔ کسی بھی محاذ پر علمی معرکہ آرائی کے لئے انہماک ولگن کی اسپرٹ اساس اولین ہے۔ محنت وجانفشانی جیسے اسباب کامرانی پر بھی اسے مقدم رکھنا ناگزیر ہے۔ اس کے نتائج واثرات ہمیشہ ہی صحتمند رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خداداد مضامین کے بابت حد درجہ راغب ومستعد اور محتاط تھے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن کریم لے کر نازل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے۔ اس علمی تعب ومحنت کو دیکھ کر رب تعالیٰ یوں گویا ہوا:

ترجمہ: ''اور آپ قرآن میں جلدی نہ کیجئے جب تک کہ اس کی وحی پوری نہ ہولے۔'' (البقرہ:۱۴۴)

یہ خدا کے پیغامات وفرمودات کو بخوبی ازبر کرلینے کے تئیں شوق نمود کا حیرت انگیز عالم تھا کہ وحی کردہ آیات کو جلدی جلدی پڑھتے جاتے۔ اس غرض سے کہ کہیں کچھ بھولنے نہ پائے۔ اسی تناظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور جگہ یوں تسلی دی گئی:

ترجمہ: ''تم یاد کرنے میں قرآن کریم کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔'' (القیامۃ:۱۶)

متعلقہ مضمون پر عبور کامل:

جس کتاب کی تدریس معلم کے فرائض منصبی میں اولیت رکھتی ہے، اس کا گہرا علم انتہائی ضروری ہے بایں طور کہ ان پر پختہ یقین ہو۔ خلاف ورزی کی صورت جہاں متعلم کے لئے بے سود ہے وہیں معلم کے حق میں بھی ہولناک ہے کیونکہ جن امور کے تئیں ذہن ودل شاکی اور یقین سے خالی ہو، محض زبان ڈرامائی طور پر اس کی

تشریح وتبلیغ پر مصر ہوتو ایسی صورت حال کا شاخسانہ یقینی طور پر مضحکہ خیز ثابت ہوگا۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی پختگی اور شگفتگی سے کس کو مجال انکار، پھر یقین و اعتماد کے قیمتی اثاثے اس قدر غیر منجمد کہ وحی الٰہی کے بعد بھی کسی موضوع پر اظہار خیال فرماتے۔ قرآن کریم میں یوں ذکر ہے:

ترجمہ: ’’اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی۔‘‘ (النجم:۴)

مزید یہ کہ آپ کو جس کے ذریعہ علم سے مالا مال کیا گیا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مقدس ذات ہے جو نہ صرف قوی اعضاء کے مالک بلکہ فرشتوں میں سب سے زیادہ فائق ہیں۔

علوم کی منتقلی کا حکیمانہ انداز:

طلبہ کے اندر اپنے علوم کی جاگزینی کے لئے اسلوب تدریس میں خاطر خواہ انجذاب و کشش، سادہ شستہ طریق کار، مخاطب کے معیار کی مطابقت اور ضرورت کے مطابق طول واختصار کی کوشش ازحد ضروری ہے۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مختصر اور موجز تدریس فرماتے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: ’’نماز لمبی پڑھو اور وعظ مختصر کرو۔‘‘ (ریاض الصالحین، باب الوعظ)

خواہ وہ حق وہدایت کے متلاشیان کا گروہ ہو یا کفار کی ٹولی، آپ ان کے قلبی لگاؤ اور مکمل انسیت کو اپنی جانب ایک شیریں سلیقہ سے مبذول کر لیتے۔ لوگوں کو کفر والحاد کی وادیوں سے نکال کر ایمان واسلاف کے اجالوں کا پناہ گزیں بنانے کے لئے بے پناہ تجسس اور جذبۂ تدبیر آپ کا وطیرۂ خاص تھا۔ کسی کافر کے قبول اسلام کو سن کر آپ کا چہرۂ انور باغ باغ ہو جاتا اور قلب وروح میں تاب وتوانائی کی نئی لہر دوڑ پڑتی مگر کسی کی عدم توجہی آپ کے قلب اطہر پر رستا زخم بن کر ابھرتی۔ قرآن کریم بھی حیات نبوی کے ان برگزیدہ زاویوں کا آئینہ دار ہے۔ فرماتا ہے:

ترجمہ: ’’اگر یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر دیں گے۔‘‘ (الکہف:۶)

علمی زندگی میں عملی تابندگی:

معلم جن امور کا داعی ہے، سب سے قبل خود انہیں عمل کے سانچے میں ڈھال کر دکھائے، محض درسگاہ یا منبر تک محصور ہوکر رہ جانے سے کوئی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز تبلیغی وتاثیری جامعیت میں یہی اصول کار فرما رہا۔ آپ نے اپنے خطابات و تقاریر کو سب سے پہلے دائرہ عمل میں مربوط کر کے دکھلایا۔ قرآنی ارشادات وفرمودات کو اپنی تابناک زندگی کے لمحات ولحظات میں اس طرح پرو دیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہی سرتاسر قرآن کریم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زندگی کو دنیائے بشریت کے لئے ابدی آئیڈیل اور بہترین نمونۂ عمل قرار دیا۔ ☆☆

تحفظ ختم نبوت سیمینار

کراچی (مولانا محمد رضوان) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ جمشید ٹاؤن کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت سیمینار شایان لان بلوچ کالونی میں منعقد ہوا۔ سیمینار کا آغاز صبح ۱۱ بجے قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا، حمد ونعت حافظ اسامہ صاحب نے پیش کی۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ ہمارے اکابرین نے ہر قیمت پر اس عقیدہ کا تحفظ کیا ہے اور آج الحمدللہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی اسی اکابر کی سوچ وفکر کو مدنظر رکھ کر کامیابیوں کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ مفتی محمد راشد مدنی مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فتنوں کا زمانہ ہے، آئے روز نت نئے فتنے سامنے آرہے ہیں۔ اسلامی عقائد کی معلومات اور اللہ والوں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے کئی مسلمان بھائی اور بہنیں شکار ہو جاتے ہیں، ایسے میں سیمینار کا انعقاد جہاں ہمارے ایمان کے تحفظ کا سامان ہے وہیں ان منتظمین کا بھی ہم پر احسان ہے کہ ہمارے ایمان کی اتنی فکر فرماتے ہیں۔ جامعہ مدنیہ جدید لاہور کے مہتمم مولانا سیّد محمود میاں مدظلہ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔ آخر میں ملک عزیز کے معروف قاری جناب محمد ابراہیم کاسی (کوئٹہ) نے خوبصورت آواز میں تلاوت کی۔ سیمینار میں حضرات علماء کرام، عوام الناس اور خواتین کی کثیر تعداد کے علاوہ پیر طریقت حافظ عبدالقیوم نعمانی، مفتی ابوطلحہ محی الدین، مولانا قاری عطاء اللہ، مولانا مفتی سلمان یٰسین، مولانا محمد آصف سعید، مولانا محمد طیب عثمانی، مفتی محمد بلال نقشبندی نے بھی شرکت کی۔ سیمینار کا اختتام پیر طریقت حضرت مولانا لیاقت علی شاہ نقشبندی مدظلہ کی دعا پر ہوا۔

سستی وکسل مندی....ایک لمحہ فکریہ!

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی مدظلہ

جب کسی قوم میں مقصدو ہدف سے دوری، سستی وکاہلی اور غفلت ولاپرواہی اجتماعی طور پر عام ہوجائے تو تباہی وبربادی اس کا نصیب اور تنزلی وزوال پذیری اس کا مقدر بن جاتی ہے۔کتاب وسنت کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ قدرت قوموں کے مدوجزر، عروج وزوال اور تباہی وبربادی کے اصولوں کے اطلاق میں من حیث القوم کوئی فرق نہیں کرتی، جوقوانین اوراصول یہودونصاریٰ کے لئے ہیں، وہی امت مسلمہ کے لئے ہیں اور جو ضابطے اہل کفر کے لئے ہیں وہی اہل ایمان کے لئے ہیں۔حق تعالیٰ کے اصول اٹل ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔

آج مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں جس پس روی کا شکار ہیں،اس کی واحد بنیادی وجہ تساہل پسندی وغفلت شعاری ہے۔ معروف سعودی عالم ڈاکٹر ناصر بن سلیمان العمر اپنی کتاب’’ الفتور؛ مظاہرہ و اسبابہ‘‘ میں ارقام فرماتے ہیں کہ سستی کی بیماری کسی خاص گروہ یا جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے؛البتہ جب یہ کسی قوم ومعاشرے کو اپناہدف بناتی ہے تو صرف خاص عمر یا خاص پیشے والوں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیتی؛ بل کہ ہر عمر اور ہر قسم کے افراد خواہ علماء ہوں یا عوام، شیوخ ہوں یا نوجوان، مرد ہوں یا خواتین، امیر ہوں یا غریب، تندرست ہوں یا بیمار، پرہیز گار ہوں یا فاسق سب اس وبا میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔البتہ اس وبا میں مبتلا ہونے کی شدت مختلف ہوسکتی ہے۔یہ کسی کو شدید طور پر متاثر کرتی ہے اور کوئی اس سے کم متاثر ہوتا ہے۔اور ہر کسی کے اس بیماری میں مبتلا ہونے کی وجوہات بھی مختلف ہوسکتی ہیں۔

امام ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کا معاوضہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ ’’کل‘‘ کا تصور ہماری زندگی میں ایک دھوکا ہے جو ہمیں ضیاع وقت کے افسوس سے بچاتا رہتا ہے۔انسان کی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو’’کل‘‘ کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں، اتنی حماقتوں، اتنی وعدہ خلافیوں، اتنی بے جا امیدوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پروائیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لئے جواب دہ ہو؛ کیونکہ اس کا آنے والا’’کل‘‘ یعنی ’’فردا‘‘ کبھی نہیں آتا۔شاید اسی لئے داناؤں کے رجسٹر میں’’کل‘‘ کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ (م ۶۸۹ھ) لکھتے ہیں: کام کو آئندہ پر ٹالنے والے شخص کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت کاٹنا ہو، جب وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے اور بہت مشقت سے کٹے گا تو وہ کہے کہ میں ایک سال کے بعد اِس کو کاٹنے کے لئے آؤں گا؛ مگر اسے یہ شعور نہیں ہوتا کہ اِس عرصے میں درخت مزید مضبوط ہو جائے گا اور خود اس شخص کی جتنی عمر گزرتی جائے گی وہ کمزور ہوتا جائے گا۔آج جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کو نہیں کاٹ سکا تو ایک سال بعد جب وہ کمزور ہوجائے گا اور درخت زیادہ مضبوط، تو وہ کیونکر اس درخت کو کاٹ سکے گا۔

(مختصر منہاج القاصدین،ص316)

غور کیا جائے تو سستی اور کاہلی کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، مثلاً زندگی کے بارے میں مقاصد کا واضح نہ ہونا، ترجیحات کا متعین نہ ہونا۔ اہم اور فوری امور کے بارے میں شعور کی کمی، اطمینان اور حسن کارکردگی کی کمی یا ناکامی کا خوف، اپنی ذات کا حقیقت سے بلند تصور، غلطیوں سے پاک کام کرنے کے بارے میں سوچتے رہنا، افراد اور متعلقہ لوگوں کو کام سپرد نہ کرنا، حالات اور ضرورت کے مطابق مطلوبہ صلاحیتوں کا فقدان اور ارادے کی کمزوری وغیرہ۔

بیکاری کی نحوست:

معاشرہ میں کسل مندی اور بے کاری کا رجحان اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ’’بیکاری‘‘ ہزار خرابیوں کے پروان چڑھنے کا سبب بنتی ہے۔ بیکاری سے برائیوں کے دہانے

کھلتے ہیں اور لایعنی معصیت تک پہنچا کر دم لیتی ہے۔ آدمی مصروف رہے تو بے شمار برائیوں سے خود بخود بچا رہتا ہے۔ غیر قوموں میں اس کا خاص اہتمام ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے تعلیم کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں اپنے کاروبار میں مشغول رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں؛ مگر مسلمان معاشرے میں اولاً تعلیم ہی ضرورت سے کم ہے اور تعلیم ہے بھی تو اس کے ساتھ بیکاری اور بری صحبت جیسی خرابیاں بھی ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں قومی بیداری پیدا کی جائے اور والدین کو آگاہ کیا جائے کہ وہ اپنی اولاد کو بیکاری کے عیب سے بچائیں۔ ورنہ اولاد جہنم کا ایندھن بن جائے گی۔

آج پان کی دکان پر، چائے کے سدا بہار ہوٹلوں کے پاس، گلیوں اور شاہراہوں کے نکڑوں پر، یہ ہم عمروں کی بھیڑ کیسی؟ جو ہنسی مذاق میں مشغول اور ادھر ادھر گنہگار نگاہیں ڈالنے میں مصروف ہیں۔ جائیے! قریب جا کر معلوم کر لیجیے! ہر ایک اپنی شناخت ''اسلامی نام'' سے بتا دے گا؛ لیکن یہ مفت میں یہاں کھڑے ہو کر گناہ لوٹنے میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟ کیا انہیں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے؟ ہاں! مگر روک ٹوک کون کرے؟ اگر غیر روکے گا تو اس کی عزت کی خیر نہیں اور والدین کو اپنے پیاروں کی بیکاری اور مٹرگشتی پر فکر ہوتی تو رونا ہی کس بات کا تھا؟ (ملخص از آج کا سبق ''صفحہ ۵۳ مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ)

غفلت پسند اور سست مزاج لوگوں کو وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ دن چڑھتا ہے تو ان پر سستی کی چادر تن جاتی ہے، ہلکے پھلکے آسان کام بھی انہیں پہاڑ کی طرح بھاری بھرکم دکھائی دیتے ہیں۔ وقت کی متاعِ گراں مایہ وہ اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے کہتے ہیں: بس ذرا سی سستی ہوگئی! کام کرنے کو جی نہیں چاہا! آج نہیں تو کل ہو جائے گا۔ لمحوں سے گھنٹے، گھنٹوں سے دن، دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینے و سال گزرتے چلے جاتے ہیں؛ مگر غفلت و لاپرواہی کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا۔ وقت کی تجوری سے جو خزانہ خرچ ہو گیا وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ ہمارے ہاتھ میں جو وقت ہے وہی ہماری اصل زندگی ہے۔ سستی اور کسل مندی کا آسیب ہماری انمول زندگی کو بے مول کر کے رکھ دیتا ہے۔ قرآن مجید میں منافقین کے حوالے سے کہا گیا کہ وہ نماز میں سستی کرتے ہیں اور دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ (النساء)

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان تم میں سے ہر آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے۔ پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرنے لگے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کر لے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند اور خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ بدمزاج اور سست رہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ نماز چھوڑ کر صبح دیر تک سوتے رہنا بھی سست مزاجی کا ایک سبب ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں سستی سے پناہ مانگی ہے، آپ کی ایک مسنون دعا کا مفہوم یہ ہے۔ اے اللہ! میں غم اور حزن سے، بے بسی اور کسل مندی (سستی) سے، بخیلی اور بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم)

ہم سب کو چاہئے کہ مذکورہ دعا اور دیگر مسنون دعاؤں کو اپنے معمولات کا حصہ بنائیں؛ اس لئے کہ استعانت و استعاذہ یعنی اللہ سے مدد اور شیطان سے پناہ چاہے بغیر سستی جیسی بیماری سے چھٹکارا ممکن نہیں۔

سستی کے مضرات و نقصانات:

کاہلی کے بہت سے مضرات و نقصانات ہیں، اجتماعی بھی اور انفرادی بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک سست آدمی اپنی کاہلی و بے کاری کے سبب اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنی قوم سب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کی کاہلی کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ متعدی ہوتا چلا جاتا ہے۔ کاہلی ہی درحقیقت زوال، نقصان، تباہی اور خسران کا سبب ہے۔ تساہل پسند مزاج کا حامل بہت جلد عزت سے ذلت کی طرف، دولت سے غربت کی طرف، بلندی سے پستی کی طرف، مستعدی سے بیکاری کی طرف اور اعلیٰ ترین مناصب و ذمہ داریوں سے معمولی قسم کے کاموں کی طرف نزول کرتا چلا جاتا ہے اور بسا اوقات اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ اس طرح کیوں ہو رہا ہے؟

کاہلی جیسا کہ عرض کیا گیا قوموں کی پسماندگی کی اصل وجہ ہے، اسی سے غربت اور بے روزگاری عام ہے، چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کی کثرت ہے، تعلیمی، معاشی اور تجارتی سرگرمیوں کے لئے بھی اگر کوئی چیز سم قاتل ہے تو وہ صرف کاہلی ہے۔ کاہل خود کو فائدہ نہیں پہنچاتا، چہ جائیکہ

دوسروں کو فائدہ پہنچائے، وہ نہ دوسروں کا بھلا کرتا ہے، نہ بھلے کاموں میں پیش پیش رہتا ہے، سست مزاج آدمی کم ہمت اور پست حوصلہ ہوتا ہے، وہ محنت، کوشش اور جدوجہد کے بغیر ہی فوائد وغنائم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سستی کا شکار انسان اندر سے مایوس رہتا ہے اور یہی مایوسی و ناامیدی کی کیفیت اس میں بے عملی کا رجحان پیدا کرتی ہے۔ سستی کے بالمقابل محنت کشی، حوصلہ مندی، مستقل مزاجی، لگن، ولولہ، جوش، ارادے کا پکا ہونا وغیرہ یہ تمام رویے جس شخص میں ہوں گے وہ اپنے انمول خزانے کی قدر کرنے والا ہوگا، اپنے وقت کی قدر کرنے والا ہوگا، وہ ہر روز اپنے مقاصد کی فہرست بنا کر انہیں حاصل کرنے اور کام مکمل کرنے کی لگن میں رہے گا، سوشل میڈیا پر بے مقصد کی اسکرولنگ اور تانک جھانک کے دوران اسے احساس ہوگا کہ وہ وقت کا خزانہ غلط جگہ لٹا رہا ہے۔

الغرض: سستی دینی اور دنیاوی ہر طرح کے خیر اور بھلائی سے محرومی کا سبب ہے۔ پس جس شخص میں سستی سرایت کرگئی اور وہ اس پر راضی ہوگیا تو یوں سمجھنا چاہئے کہ اس نے اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم کردیا۔

سستی وکسل مندی کا علاج:

کامیابی کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس مہلک مرض سے نجات حاصل کریں۔ اس بری عادت پر قابو پانے کی فکر وکوشش کریں جس کے لئے کچھ اہم امور کی طرف توجہ دیں:

۱:... نظام الاوقات بنائیں اور ہر کام کو مناسب اور قابل عمل حصوں میں تقسیم کرلیں، پھر اسی کے مطابق عمل درآمد کریں۔

۲:... ناخوش گوار اور محنت طلب کام کو پہلے کرلیں تاکہ خوش گوار کاموں کو کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

۳:... گزرے ہوئے وقت اور کیے ہوئے کام کا احتساب اور جائزہ لیتے رہیں، اس سے مزید کام کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

۴:... ان فوائد پر غور کریں جو کام کی تکمیل کے بعد آپ کو حاصل ہوں گے۔

۵:... اگر کام مکمل نہ ہوسکا تو درپیش آنے والے نقصانات پر غور کریں۔

۶:... اپنے قیمتی وقت کو بچانے کے لئے معمولی کاموں کو دوسروں کے سپرد کردیں تاکہ آپ کے پاس اہم کاموں کے لئے وقت دستیاب ہوسکے۔

۷:... جب بھی آپ کوئی کام مکمل کرلیں تو اس پر خود کو انعام بھی دیں۔☆☆

چناب نگر ختم نبوت کانفرنس مسلمہ امہ میں اتحاد و یکجہتی کا مظہر اور دستورِ پاکستان کی حفاظت کا ذریعہ بنے گی

کانفرنس سے جید علماء مشائخ، سیاسی و دینی جماعتوں کے سربراہ اور قائدین خطاب فرمائیں گے

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام آج (جمعرات) سے چالیسویں دوروزہ سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس شروع ہورہی ہے، جس میں ملک بھر کے مختلف مسالک کے جید علماء کرام و مشائخ عظام، سیاسی و دینی جماعتوں کے سربراہ اور قائدین خطاب فرمائیں گے۔ یہ کانفرنس مسلم امہ میں اتحاد و یکجہتی کا مظہر اور قانون تحفظ ناموس رسالت اور دستورِ پاکستان کی حفاظت کا ذریعہ بنے گی۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، مفتی خالد محمود، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مفتی تقی الدین شامزئی، مولانا ڈاکٹر سعید بن عبدالرزاق اسکندر و دیگر راہنماؤں نے عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کرنے والے علماء کرام و کارکنان ختم نبوت سے خطاب میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ کانفرنس کے موقع پر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی اسلام و ملک دشمن سرگرمیوں کے تدارک اور قانون تحفظ ناموس رسالت کو غیر موثر کرنے کی ریشہ دوانیوں کے انسداد کے لئے لائحہ عمل پیش کیا جائے گا۔ انہوں نے تمام مسلمانوں سے اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بیدار اور مستعد رہنے کی اپیل کی۔ اس فریضہ کا ادراک کرتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں اور تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے مشترکہ جدوجہد کے ذریعہ آئین پاکستان کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔ علماء کرام نے کہا کہ آج آئین پاکستان عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اسی فریضہ کی بار بار یاددہانی اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو چوکنا رکھنے کے لئے ہر سال مسلم کالونی چناب نگر میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد کی جاتی ہے جس میں تمام مکاتب فکر اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے جید علماء کرام اور مرکزی راہنما خطاب فرماتے ہیں۔ ملک بھر سے مسلمانوں کے جوق در جوق ہزاروں قافلے اس کانفرنس میں شریک ہوکر محبت نبوی کا ثبوت دیتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ کی رحلت!

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری و حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی قدس سرہما کے شاگردِ رشید، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل، متخصص، سابق استاذِ حدیث، و رئیس دارالافتاء، مفتی اعظم بنگلہ دیش، استاذِ حدیث و فقہ دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری بنگلہ دیش حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۸ ستمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ صبح تقریباً گیارہ بجے اس دنیائے رنگ و بو میں اٹھتر (۷۸) برس گزار کر راہیِ عالمِ بقا ہوگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی قدس سرہ نے تقریباً اکتیس سال سے زائد عرصہ اپنی مادرِ علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور رئیس دارالافتاء کی حیثیت سے گزارا۔ آپ ہمہ وقت تعلیم و تعلم، فقہ اور اصولِ فقہ کے علاوہ کئی اور کتب کے مطالعہ اور فتاویٰ لکھنے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ وقت کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے، تعلیمی مصروفیات کے علاوہ وقت گزارنے کو عیب تصور کرتے تھے اور آپ کی یہ عادت طالب علمی کے دور سے تھی، اسی لئے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ الاسلامی کے سال میں فقہ اور اصولِ فقہ کے علاوہ کئی اور کتب کے چالیس ہزار صفحات سے زیادہ کا مطالعہ کیا، اس لئے جب رئیس دارالافتاء تھے تو تخصص کے طلبہ بتلاتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب جب کسی طالب علم کا تحریر کردہ فتویٰ چیک کرتے تھے تو طالب علم کو پابند بناتے تھے کہ فتویٰ کے ہر ہر جزئیہ کا حوالہ اور اس کی عبارت ضرور تحریر کریں اور

> حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ نے جو فتاویٰ لکھے یا ان کی تصحیح کی ان کی تعداد ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں میں ہوگی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو فقہ وفتاویٰ سے کس قدر تعلق رہا ہے

تخصص کے طلبہ کو اس کا عادی بنانے کے لئے فتاویٰ لکھتے وقت اصل کتب سے مراجعت کا فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی رحمہ اللہ بنگلہ دیش کے شہر چٹا گانگ کے مضافات میں جناب شیخ خلیل الرحمٰن کے ہاں "تلدیہ" نامی گاؤں میں ایک مذہبی اور دینی گھرانہ میں ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ عزیزیہ قاسم العلوم میں حاصل کی۔ تین سال تک ناظرہ قرآن مجید اور اردو، فارسی کی چند کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ حسینیہ بوالیہ میں داخل ہوئے، وہاں ابتدائی درسیات کی تعلیم میزان، نحو میر، ہدایۃ النحو وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم بابونگر میں داخلہ لے کر وہاں شرح وقایہ، شرح جامی اور کچھ دیگر کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ عربیہ اسلامیہ جیری چاٹگام میں ہدایہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی کتب مکمل کیں، اور ہمیشہ تمام درجات میں امتیازی اور نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی رحمہ اللہ نے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ جیری سے دورۂ حدیث کا مرحلہ مکمل ہونے کے بعد کراچی پاکستان کا سفر کیا۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے پاس دوبارہ دورۂ حدیث کیا اور سالانہ امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ الاسلامی میں داخلہ لیا

اور حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی اعظم پاکستان کے زیرِ سایہ انتہائی محنت اور مشقت سے تخصص فی الفقہ الاسلامی کا نصاب مکمل فرمایا۔ کتبِ نصاب کے علاوہ فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ میں دوسری کتابیں بھی آپ نے مطالعہ کی تھیں، تقریباً چالیس ہزار صفحات سے زائد صفحات تخصص کے دونوں سالوں میں مطالعہ فرمائے۔ دو سالہ تخصص کے اختتام پر تخصص فی الفقہ کے آخری تین ماہ میں آپ نے ایک مقالہ بعنوان ''بیع الحقوق فی التجارات الرائجة الیوم وتحقیقھا'' تحریر فرمایا، جس کے متعلق محقق العصر محدث ناقد حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس سرہ نے اپنے تاثرات میں یہ تحریر فرمایا:

''مولوی عبدالسلام صاحب چاٹگامی کا مقالہ ''موجودہ تجارت میں حقوق کی بیع اور اس کی تحقیق'' حرف بحرف بتمام وکمال پڑھا، انہوں نے اس مقالہ میں جو محنت کی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے اور ان کی استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے یہ اس کے مستحق ہیں کہ ''التخصص فی الفقہ الاسلامی'' کی سند ان کو درجہ علیا میں دی جائے۔''

نیز حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے ایک خصوصی سند بھی عطا فرمائی۔

تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا ادریس میرٹھی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مشورے سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں مدرس ومفتی کی حیثیت سے تقرر کیا۔ دورانِ تدریس آپ نے جامعہ میں مختلف کتابیں پڑھائیں، مثلاً: صحیح مسلم جلد دوم، جامع ترمذی جلد دوم، جلالین شریف، ہدایہ اولین، ہدایہ رابع، شرح المہذب، کنز الدقائق، نہایۃ المحتاج (فقہ شافعی) وغیرہ۔

جامعہ میں جب آپ کا تدریس وافتاء کے لئے تقرر ہوا تو اس وقت دارالافتاء میں حضرت مفتی احمد الرحمن صاحبؒ نائب مفتی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ بحیثیت صدر مفتی کے تھے۔ جب محدث العصر حضرت بنوریؒ کا سانحۂ ارتحال ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء میں پیش آیا تو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب جامعہ کے رئیس ہوئے، تو حضرت مولانا مفتی عبدالسلام صاحبؒ نائب مفتی بنائے گئے تھے۔ اس دوران حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ رفقاء دارالافتاء اور شرکائے تخصص فی الفقہ الاسلامی کے تحریر کردہ فتاویٰ کی تصحیح فرماتے تھے۔ پھر جب حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ پر فالج کا حملہ ہوا تو حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی کو حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی کی نیابت میں شعبۂ تخصص فی الفقہ الاسلامی اور دارالافتاء کا ذمہ دار بنایا گیا۔ حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے انتقال کے بعد آپ کو ۱۹۹۲ء میں دارالافتاء کا رئیس بنایا گیا۔ اس افتاء کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ اسلامیہ کالج کے قریب جامع مسجد عثمانیہ کی امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، جس سے اہلِ علاقہ کو آپ سے براہِ راست مستفید ہونے کا کافی موقع میسر آیا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ نے جو فتاویٰ لکھے یا ان کی تصحیح کی ان کی تعداد ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں میں ہو گی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو فقہ و فتاویٰ سے کس قدر تعلق رہا ہے۔ امام اہلِ سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا مفتی عبدالسلام صاحب نے تو فتویٰ نویسی میں امتیازی حیثیت حاصل کرلی ہے۔'' (ماہنامہ بینات، اشاعت خاص بیاد مولانا بنوریؒ، ص:۲۴۴)

حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ نے جن محدثین کرام سے حدیث پڑھی، ان سے تو اجازت حدیث حاصل ہے ہی، ان کے علاوہ جن حضرات نے اجازت دی ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱:- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ الحلبیؒ، ۲:- مولانا شمس الحق افغانیؒ، ۳:- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ۴:- شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، ۵:- مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ۶:- حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی چند تالیفات درج ذیل ہیں: ۱:- جواہر الفتاویٰ (پانچ جلد)، ۲:- آپ کے سوالات اور ان کا حل (چار جلد)، ۳:- اسلامی معیشت کے بنیادی اصول، ۴:- انسانی اعضاء کی پیوندکاری، ۵:- رحمتِ دو عالم ﷺ کی مستند دعائیں، ۶:- عاقلہ بالغہ کے نکاح کی شرعی حیثیت، ۷:- اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق، ۸:- تذکرہ مخلص، ۹:- حیاتِ شیخ الکل، ۱۰:- مقالاتِ چاٹگامی (زیرِ طبع)۔

حضرت مفتی عبد السلام صاحبؒ کا جن مشائخ سے سلوک کا تعلق رہا، وہ درج ذیل ہیں:

۱:-حضرت شاہ عبد العزیز رائے پوریؒ (پاکستان)، ۲:-مولانا یحییٰ بہاولنگریؒ (پاکستان)، ۳:-مولانا شاہ سلطان نانو پوریؒ (بنگلہ دیش)، ۴:-مفتی احمد الحق صاحبؒ (بنگلہ دیش)۔

حضرت مفتی صاحبؒ کچھ خانگی اور بیماری کے اعذار کی وجہ سے ۲۰۰۰ء میں جامعہ سے رخصت لے کر بنگلہ دیش تشریف لے گئے تھے، وہاں جامعہ دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری میں درس وتدریس اور افتاء کی وقیع خدمات ۲۰۱۲ء تک انجام دیتے رہے۔ بنگلہ دیش کے مفتی اعظم مولانا احمد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (۲۰۰۹ء) کے بعد حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامیؒ کو ''مفتی اعظم'' بنگلہ دیش بنایا گیا۔

حضرت مفتی عبدالسلام صاحبؒ کے پسماندگان میں کل سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، سب لڑکے حافظِ قرآن ہیں، چھ لڑکے عالم ہوئے، ان میں سے تین مفتی ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ۸/ستمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ صبح تقریباً گیارہ بجے ہوا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی نمازِ جنازہ جامعہ دارالعلوم ہاٹ ہزاری میں ہوئی اور جامعہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے اعزہ، اقرباء، آپ کی اولاد اور آپ کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور آپ کی جملہ حسنات کو آپ کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

☆☆..................☆☆

الحمدللہ! قرآن مجید کی فہم اور تفہیم کی طرف ایک انوکھا، منفرد اور انقلابی اقدام

تلخیص البیان فی فہم القرآن

مرتب: حضرت مولانا محمد زاہد انور صاحب مدظلہ
فاضل جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اہم خصوصیات

- ترجمہ قرآن عزیز از امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ (جو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنیؒ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور دیگر اکابر کا تصدیق شدہ اور پسند فرمودہ ہے)۔
- فہم قرآن مجید کے حوالے سے انتہائی فکر انگیز حقائق نیز اہم نوعیت کے سنجیدہ فکری سوالات پر مشتمل مقدمہ (آغاز فکر) جس کا مطالعہ ہر صاحب علم کیلئے ازحد ضروری ہے۔
- ہر آیت کا جداگانہ مختصر ترین اور آسان فہم "خلاصہ مفہوم آیات" (مطابق آیت نمبر) (آپ جس آیت کا مطلب جاننا چاہتے ہیں اسی آیت نمبر کے نیچے ترجمہ پڑھیں اور حاشیہ پر اس کا عام فہم مفہوم بھی ملاحظہ کریں جس سے قرآن مجید کا سمجھنا آسان ہو جائے گا)، ان شاء اللہ۔
- اہم تفسیری مقامات کی مستقل وضاحت جو 101 منتخب مضامین قرآن پر مشتمل ہے (بحوالہ آیت نمبر، سورۃ، پارہ نمبر کے ذیل میں دی گئی ہے)۔
- آسان فہم اہم علمی معلومات کے ساتھ عصری تقاضوں کے مطابق 80 سے زیادہ اہم عنوانات کا انتخاب جس کو جاننا ہر دور کے علماء وطلباء (مع فاضلات وطالبات) کے لئے ازحد ضروری ہے۔
- حضرت لاہوریؒ کے بیان کردہ مضامین قرآن جن کی تعداد 170 سے زائد ہے کے ساتھ مزید 275 سے زائد عنوانات کی نشاندہی، (بحوالہ آیت نمبر، سورۃ، پارہ نمبر) جو ہر عالم وفاضل (مع عالمات وطالبات) کیلئے انمول وقیمتی معلوماتی خزانہ ہے۔
- بعد از اختتام قرآن مجید 15 انتہائی اہم معلوماتی مضامین (جن میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے منتخب اہم تفسیری نکات بعنوان "تحقیق محمود از افادات محمودؒ" نیز امام الحکمت حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فہم دین کے حوالے سے نقطۂ نظر اور فکر محمودؒ (جیسے اہم عنوانات) بھی شامل اشاعت ہیں۔
- پورے قرآن مجید کے اہم مضامین کا مستقل الگ سے مختصر تذکرہ بعنوان "کوئی حد ہے قرآنی معارف وعلمی خزائن کی"۔
- سکول ٹیچرز، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور وکلاء سمیت تمام تعلیم یافتہ حضرات کیلئے قرآن کریم کا مطالعہ آسان۔ مزید تراویح کے دوران خلاصہ مفہوم آیات بیان کرنے والوں کیلئے انمول تحفہ۔
- مدارس کے مدرسین (مع فاضلات وعالمات) کیلئے قرآن شریف کا پڑھانا انتہائی آسان اور مساجد میں درس قرآن دینے والے علماء کے لئے بہترین علمی ومعلوماتی تحفہ۔
- عصر حاضر کے علماء کا پسند فرمودہ۔

انتہائی دلکش طباعت اور عمدہ کاغذ کے ساتھ مناسب قیمت پر۔

یہ سب علمی ومعلوماتی خزانہ فقط ایک ہی جلد میں ہے (جو 1230 صفحات پر مشتمل ہے)۔

برائے رابطہ:-

شورکوٹ سٹی	جامعہ عثمانیہ	مولانا عبدالرحیم، محمد شاہد	0332-7236793 0333-6769616	وہاڑی	جامعہ خالد بن ولید	مولانا عبدالصمد	0333-6176051 0333-7726606
لاہور	جامعہ فتحیہ اچھرہ	مولانا قاری محمد قاسم	0300-4037315	فیصل آباد	جامعہ عبیدیہ	مولانا ظفر یاسین	0302-3720408
کراچی	جامعہ تفہیم القرآن ملیر	مولانا محمد اشرف	0334-1833076	گوجرانوالہ	جامعہ نصرۃ العلوم	مولانا محمد ریاض	0300-6414913
کراچی	جامعۃ الرشید	مولانا عبدالمنعم فائز	0321-2000593	پشاور	مسجد سلطان فاروقی	مولانا عصمت اللہ	0315-9420194
ملتان	جامعہ فتح البرکات	مولانا محمد یونس	0301-7602828	راولپنڈی	مرکزی مسجد گول منڈی	مولانا عمر فیاض	0302-5455297

محسنِ ملت ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رحلت!

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی ہم سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک ایٹمی سائنس دان کے طور پر انہوں نے وطن عزیز اور عالمِ اسلام کی جو خدمت کی وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور اس پر انہیں غیروں کے ساتھ ساتھ اپنا کہلانے والوں کی طرف سے کردار کشی اور حوصلہ شکنی کے جن کربناک مراحل سے گزرنا پڑا وہ بھی تاریخ کے ایک سیاہ باب کی صورت میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ وہ ایک غیور مسلمان اور شعوری پاکستانی تھے اور ان کی زندگی ملت، قوم اور ملک کی مسلسل خدمات سے عبارت ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اسلام، پاکستان اور ملت اسلامیہ کی بات کی اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے رکھا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے عظیم کارنامہ پر دنیا بھر کے مسلمان ان کے شکر گزار اور احسان مند ہیں جس کی ایک چھوٹی سی مثال ان کے حوالہ سے ہم نے کسی کالم میں ذکر کی تھی کہ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے خود کو ایٹمی طاقت کے طور پر دنیا میں روشناس کرایا تو مصر کے ایک معروف کالم نویس نے اپنے کالم میں اسرائیل کو ان الفاظ سے مخاطب کیا تھا:

”اسرائیلیو! اب سوچ سمجھ کر بات کرنا، ہم بھی ایٹمی طاقت ہیں۔“

مگر ڈاکٹر عبدالقدیر خانؒ کی اس عظیم قومی اور ملی خدمت پر انہیں صحیح مقام دینے کی بجائے جس منفی رویئے کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ یقیناً ہماری غلامانہ ذہنیت اور نفسیات کا آئینہ دار ہے۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ چند عالمی اجارہ داروں نے ایٹمی صلاحیت پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے اور خاص طور پر مسلم ممالک میں سے کسی کو اس صلاحیت اور توانائی کے قریب نہ آنے دینے کے لئے جو خود ساختہ قوانین وضوابط تشکیل دے رکھے ہیں انہوں نے ان کی پروا کئے بغیر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے بہرہ ور کرنے اور ایٹمی قوت بنانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردیں اور اس میں وہ اپنی قوم کے ساتھ ساتھ بارگاہ ایزدی میں بھی سرخرو ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی جدائی پر نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ عالمِ اسلام سوگوار ہے اور ان کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے ہم سب دعا گو ہیں، آمین یا رب العالمین۔ اس کے ساتھ ہم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی آزمائش کے حوالہ سے ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے نومبر

مبلغین ختم نبوت کے مدارس میں دروس ختم نبوت

کراچی (مولانا محمد کلیم اللہ نعمان) امسال بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کے دروس ختم نبوت حلقہ لیاری ٹاؤن کے دینی مدارس میں ایک روزہ کورس کی صورت میں ترتیب دیئے گئے۔ مدارس کی انتظامیہ سے اجازت لینے کی ذمہ داری مولانا نعیم اللہ اور مولانا شہریار کو سونپی گئی۔ چنانچہ مبلغین ختم نبوت مولانا عبدالحئی مطمئن اور مولانا محمد رضوان نے پہلے دن مدرسہ منہاج العلوم میں، دوسرے روز مدرسہ توحیدیہ میں عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی تشریف آوری سے متعلق درس دیئے، تیسرے روز جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ جامعہ عثمانیہ بہار کالونی میں مولانا عبدالحئی مطمئن، مولانا محمد رضوان کے علاوہ مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر راقم الحروف کو بھی بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگلے دن جامع مسجد جونا اور مدرسہ روضۃ القرآن میں مذکورہ بالا مبلغین ختم نبوت نے درس دیا اور راقم نے ”قادیانیوں سے چند سوالات“ کے عنوان پر بیان کیا، جبکہ جامعہ محمودیہ میراں ناکہ میں مبلغ ختم نبوت مولانا محمد قاسم نے حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر درس دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پروگراموں کو قبول ومنظور فرمائیں۔

۲۰۰۶ء کے شمارہ میں شائع ہونے والا اپنا ایک شذرہ بھی شامل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو ہمارے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتا ہے:

''ڈاکٹر عبدالقدیر ہمارے ملک کے محترم سائنس دان ہیں جو اس حوالہ سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے محسن ہیں کہ انہوں نے پاکستان کو عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا اوران کی اس عظیم محنت کے نتیجے میں آج ہمارے حکمران پاکستان کو ناقابل تسخیر قوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ مگر عالمی دباؤ پر ڈاکٹر عبدالقدیر کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جارہا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے اور خاص طور پر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں قوم کے اس محسن کا جس اہانت آمیز انداز میں ذکر کیا ہے وہ ملی حمیت وغیرت کے تقاضوں کے منافی ہے۔

آج مغربی طاقتیں اور ان کے ہمنوا ممالک ایٹمی اسلحہ پر چند ملکوں کی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے جن خودساختہ بین الاقوامی قوانین کا سہارا لے رہے ہیں اور جن کے حوالہ سے ڈاکٹر عبدالقدیر کو عالمی قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جارہا ہے ہمارے نزدیک وہ قوانین بجائے خود محل نظر اور یکطرفہ ہیں، کیونکہ ایٹمی ہتھیاروں کو صرف چند ملکوں تک محدود کردینا اور باقی ممالک بالخصوص عالم اسلام کو ان کے حصول سے زبردستی روکنا انصاف اور عدل کے اصولوں کے یکسر خلاف ہے۔ ایٹمی ہتھیار اگر جائز ہیں تو سب کو ان کے حصول کا حق حاصل ہے اور اگر ناجائز ہیں تو سب کے لئے ناجائز ہیں اور دوسرے ممالک کو ایٹمی ہتھیار بنانے سے روکنے والوں کو پہلے اپنے ہتھیار ختم کرنا ہوں گے۔ لیکن ستم ظریفی کی بات ہے کہ ہمارے حکمران اس سراسر ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنے کی بجائے خود اپنے محترم سائنس دان اور قومی ہیرو کی کردارکشی میں مصروف ہیں۔

اس پس منظر میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد اختر شبیر کے یہ ریمارکس قوم کے زخموں پر کسی حد تک مرہم رکھنے کے مترادف ہیں کہ:

''ہیرو کبھی نہیں مرتے اور ڈاکٹر عبدالقدیر نے پاکستان کی جو خدمت کی ہے اس پر ہم ان کے احسان مند ہیں۔''

روزنامہ پاکستان لاہور ۱۸؍ اکتوبر ۲۰۰۶ء کی رپورٹ کے مطابق مسلم لیگ (ن) لائرز فورم کی جانب سے ایک رٹ کی سماعت کے دوران جسٹس موصوف نے کہا کہ ''ہیرو کبھی مرا نہیں کرتے یہ بھی زندہ رہیں گے اور انہیں عدالتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

ہم جسٹس موصوف کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے قوم کے جذبات کی ترجمانی کی، خدا کرے کہ ہمارے حکمران بھی اس حقیقت کا ادراک کرسکیں اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی کردارکشی سے دست کش ہوجائیں، آمین یا رب العالمین۔''

(روزنامہ اسلام لاہور، ۱۲؍اکتوبر ۲۰۲۱ء)

نکاح نامہ میں ختم نبوت کے حلف نامہ کا خیر مقدم

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عبدالنعیم، جنرل سیکرٹری مولانا علیم الدین شاکر، نائب امیر لاہور پیر میاں محمد رضوان نفیس، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا حافظ محمد اشرف گجر، مولانا خالد محمود، مولانا عبدالعزیز، مولانا سید عبداللہ شاہ نے پنجاب اسمبلی کی جانب سے نکاح نامہ میں عقیدۂ ختم نبوت کا کالم شامل کرنے کا پرجوش خیر مقدم کیا ہے اور اس پر پوری پنجاب اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ نکاح نامے میں ختم نبوت کا کالم شامل کرنا بہت ضروری امر تھا بہت سے کیس ایسے سامنے آتے ہیں کہ نکاح کے بعد دولہا قادیانی نکلتا ہے لیکن پنجاب اسمبلی کے اس عظیم اقدام سے قادیانیوں کی دھوکہ دہی کا سدباب ہوگا، کیونکہ نکاح نامہ میں ختم نبوت کے حلف نامہ سے کوئی بھی قادیانی دھوکہ نہیں دے سکے گا۔ رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں موجود قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے۔ علماء نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ چودھری پرویز الٰہی نے تمام امت مسلمہ کے جذبات کی ترجمانی کی ہے، پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد اور تمام سیاسی جماعتوں کی یکجہتی لائق تحسین ہے اسمبلی کے تمام ممبران مبارکباد کے مستحق ہیں۔ نکاح فارم ختم نبوت کا کالم عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور سربلندی کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا وفاق اور صوبے اس معاملے میں پنجاب اسمبلی کی تقلید کریں ہم اسپیکر پنجاب اسمبلی کی قرارداد کی بھرپور حمایت پر چودھری پرویز الٰہی، محمد بشارت راجہ، خدیجہ عمر، باسمہ چودھری اور مولانا محمد الیاس چنیوٹی سمیت تمام پارلیمانی لیڈرز اور ارکان اسمبلی کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

قادیانیت!

علماء کا مشترکہ پارلیمانی کردار اور ایک غلط بیانی کی حقیقت

مولانا سیّد شجاعت علی شاہ

بریلوی مکتبِ فکر کے بڑے رہنما مفتی منیب الرحمٰن صاحب جو عرصہ دراز تک رویتِ ہلال کمیٹی کے سربراہ رہے اور اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ کے سرکردہ رہنما کی حیثیت سے ان کا کردار نہایت مناسب دیکھا گیا۔ کئی سالوں سے اخبارات کے ذریعہ انتہائی معتدل تحریریں ان کے اتحادِ امت کے جذبہ کی گواہی دیتی رہیں، مگر ہلال کمیٹی کا عہدہ چھن جانے اور یہ منصب مولانا عبدالخبیر آزاد صاحب کو ملنے کے بعد ان کے رویہ میں نہ صرف تبدیلی دیکھی جانے لگی، بلکہ کئی مواقع پر جارحانہ انداز ان کے سابقہ کردار کو چڑاتا دکھائی دیا۔ عیدالفطر کے چاند کے حوالے سے ان کا کردار انتہائی گھناؤنا تھا اور انہوں نے تو امت کو دولخت کرنے کی ٹھانی، مگر جرأت کے فقدان نے انہیں ایک مبہم اعلان تک محدود کر دیا کہ: ''کل عید بھی نہیں، روزہ بھی نہ رکھیں اور نمازِ عید بھی پرسوں ادا کریں۔'' یہ امت میں تفریق کی اپنی سی ایک ناکام کوشش تھی۔

حالیہ ستمبر کی ہر سو ختمِ نبوت کی بہار اور کامیاب کانفرنسوں کے بعد انہیں اور کوئی موقع نہ مل سکا، تو عجیب منطق اختیار کی، ایک بڑے اجتماع میں اپنے سامعین کے جذبات کو دیوبندی علماء کے خلاف بھڑکاتے ہوئے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کردار کو مجروح کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ ''اسمبلی میں قرارداد پیش کرنے والے صرف ایک علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ تھے، کسی اور کا نام نہیں، باقی سب تائید کنندے تھے، محرک صرف ایک تھے اور یہ موقع صدیوں بعد کسی کو ملتا ہے، جو اہلِ سنت کے نمائندے تھے۔ عالمی مجلس کے لوگوں نے جو کتاب لکھی، اس میں مفتی محمود کا نام لکھ دیا، جسے آپ چیلنج کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ریکارڈ ہے، تاریخ ہے، چیلنج کریں۔''

دوسری ہرزہ سرائی یہ فرمائی کہ ''پنڈی کے دو خطیب جو جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر ایم این اے تھے اور پیپلز پارٹی کو پیارے ہو چکے تھے، یعنی مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ اور مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ان دونوں نے اس قرارداد پر دستخط تک نہ کئے، جب کہ ستر کے قریب دنیا داروں نے دستخط کر دیئے۔''

ان معزز مفتی صاحب کے اس فتنہ پرور بیان کو سن کر یہ ضروری جانا کہ اصل حقائق لکھ دیئے جائیں، تاکہ ریکارڈ بھی درست رہے اور عوام کو حقیقی معلومات تک رسائی بھی ہو اور ان صاحب کا اپنے بڑے کی پیروی کرتے ہوئے دجل بھی واشگاف ہو جائے۔

جہاں تک قرارداد کا تعلق ہے، وہ نورانی صاحبؒ نے ضرور پیش کی اور مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنی کتاب تحریکِ ختمِ نبوت جلد نمبر: ۳، صفحہ: ۳۱۹ کی سطر نمبر: ۷ پر واضح طور پر یوں تحریر کیا ہوا ہے کہ:

''قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے مسئلہ سے متعلق حزبِ اختلاف کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے جو قرارداد پیش کی الخ۔۔''

لہٰذا اس جگہ مفتی منیب صاحب کی دونوں باتوں کی نفی ہو گئی کہ کتاب میں مفتی محمود صاحبؒ کا نام ہے اور دوسرا یہ نورانی صاحبؒ قرارداد پیش کرنے والے ایک ہیں، کسی دوسرے کا نام نہیں۔

یہاں نورانی صاحبؒ کا نام جلی حروف میں ہے اور قرارداد متفقہ طور پر اپوزیشن کی ہے، جسے پیش کرنے کی سعادت نورانی صاحبؒ کے حصہ میں آئی۔ بلاشبہ یہ ان کا اعزاز ضرور ہے، مگر یہ اعزاز انہیں سونپا گیا ہے۔ اس قرارداد پر جو دستخط ہیں وہ ۲۲ ممبران کے ہیں اور پہلا نام مفتی محمود صاحبؒ کا اور دوسرا نورانی صاحبؒ اور تیسرا عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب کا ہے۔ اس امر کو جو ایک انتہائی نیک مقصد تھا، نہ تو اسے انا کا مسئلہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ذریعۂ تفاخر۔ یہ اس پوری کارروائی کا نیک عمل تھا، جس کی تفصیل عنقریب سامنے آتی ہے۔

آگے جانے سے پہلے قرارداد کی حقیقت جاننے کے لئے اسمبلی کی کارروائی جو من وعن پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے اور اس میں ذرہ برابر

بھی کسی حرف کی کمی یا زیادتی نہیں کی گئی، بلکہ جو ریکارڈ اسمبلی میں مرتب ہوا، وہ ہی کتابی صورت میں ہے۔اس کی جلد نمبر۴ کے صفحہ نمبر: ۱۳۸۷ پر ۲۹/اگست ۱۹۷۴ء کی کارروائی نقل ہے۔کتاب کے اس صفحہ کی سطر نمبر۳ سے یہ عبارت ہے:

”ایک ریزولوشن پیر زادہ صاحب نے موو کیا۔ ایک ریزولوشن بائیس ممبر صاحبان نے پیش کیا، ایک ریزولوشن تین ممبر صاحبان نے پیش کیا ہے، ایک ملک جعفر صاحب نے پیش کیا ہے، وہ چار ریزولوشن اکٹھے Conseder (شمار) ہوں گے۔ یہ نہیں کہ پہلے ایک ریزولوشن پر بحث ہو جائے، پھر دوسرے پر، پھر تیسرے پر، چاروں ریزولوشنز جو ہیں وہ اکٹھے Conseder (شمار) ہوں گے۔ایک ریزولوشن سردار شوکت حیات نے بھی پیش کیا تھا۔“

جناب نعمت اللہ خان شنواری: سر ایک ہمارا بھی تھا۔“

سات قراردادیں:

یہ اسمبلی کی کارروائی کے ریکارڈ کی نقل ہے۔کل سات قراردادیں ہیں، ایک حکومت کی جو پیرزادہ نے پیش کی، ایک اپوزیشن کے بائیس ممبران کی جو نورانی صاحب نے پیش کی۔ان میں جو تین ممبران والی قرارداد ہے، وہ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ اور مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی طرف سے ہے اور اس کا ذکر اسی جلد نمبر:۴ کے صفحہ نمبر:۱۸۳۲ کی سطر نمبر:۸ سے یوں ہے:

”مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب چیئرمین صاحب! پہلے ایک قرارداد پیرزادہ صاحب نے پیش کی، پھر اپوزیشن ممبران نے پیش کی ایک قرارداد اور وہاں تو تجویز یا عبارت تھی۔کوئی ایک تجویز ہم نے پیش کی تھی، وہ تجویز نہیں بلکہ بل تھا۔ہم نے تین ممبران کی طرف سے ایک تجویز پیش کی، وہ باقاعدگی کے ساتھ وہاں داخل ہوئی۔“

یہ تو ہوئی شہادت اس بات کی کہ مولانا نورانی صاحبؒ نے اپوزیشن کے ۲۲ ممبران کی طرف سے ایک متفقہ قرارداد اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے تین ممبران کی طرف سے قرارداد اسمبلی میں جمع کرائی، جو کہ اسمبلی کے ریکارڈ میں درج شدہ اور محفوظ ہے۔اب آتے ہیں اصل حقیقت کی طرف: واقعہ یوں ہے کہ ریل میں سفر کرنے والے طلبہ کے ڈبے پر ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ۲۹/مئی ۱۹۷۴ء کو قادیانی غنڈوں نے حملہ کر کے انہیں شدید زخمی بلکہ ادھ موا کر دیا۔یہ خبر ریل گاڑی کے ربوہ سے فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پہنچنے سے قبل ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما اور فیصل آباد کے خطیب حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ تک پہنچ گئی اور انہوں نے اطلاع ملتے ہی ہر طرف رابطے کر کے قادیانی سازش اور ظلم و بربریت سے تمام متعلقین کو نہ صرف باخبر کیا، بلکہ اسٹیشن پر ہر قسم کی طبی سہولتوں کے علاوہ دیگر انتظامی وضروری ضروریات کا مکمل انتظام کر کے خود ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت میں زخمی طلبہ کے استقبال کے لیے آ موجود ہوئے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے بھی امداد دی، مناسب خوراک اور دوائیوں کا انتظام ہوا۔ ڈی سی، ایس پی کی آمد ہوئی اور ضابطے کی کارروائی بھی ہوئی اور بحفاظت سفر کو آگے جاری رکھنے کے انتظامات مکمل کیے۔ یہ سب کچھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائد مولانا تاج محمود صاحبؒ اور ان کی ٹیم نے ممکن بنایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ جو اس وقت سوات کے دور دراز علاقے کالام میں تبلیغی پروگرام میں مصروف تھے۔خصوصی نمائندہ کے ذریعے ان تک رسائی کر کے حالات سے مطلع کیا، وہ اپنا پروگرام منسوخ کر کے راولپنڈی آ موجود ہوئے۔ باہمی مشاورت اور ضروری رابطوں کے بعد ۳/جون کو راولپنڈی میں علامہ بنوریؒ نے تمام مکاتب فکر کے علماء وزعماء پر مشتمل مجلس عمل کے قیام کے بعد پہلا اجلاس طلب کیا۔دوسرا اجلاس ۹/جون کو لاہور میں ہوا اور اس اجلاس میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام نے متفقہ طور پر حضرت بنوریؒ کو کنوینر مقرر کیا۔پھر ۱۶/جون کو باقاعدہ اجلاس میں مجلس عمل کے ضروری فیصلے کئے گئے اور آئندہ کی کارروائی کے لئے حضرت بنوریؒ کو مجلس عمل کا امیر اور مولانا محمد احمد رضوی کو سیکریٹری نامزد کر دیا گیا۔

۲۹/جون ۱۹۷۴ء کو مجلس عمل کا اجلاس حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی سربراہی میں راولپنڈی میں منعقد ہوا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وزیر اعظم صاحب کے وعدہ کے مطابق ۳۰/جون کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے اسمبلی میں بل پیش کیا جائے اور بل کی منظوری تک اجلاس جاری رکھا جائے۔

(صفحہ نمبر:۳۰۰ تحریک ختم نبوت، جلد سوم)

یہ فیصلہ بھی کر دیا گیا کہ حکومت کی طرف سے ۳۰/جون کو قومی اسمبلی میں تحریک پیش کئے

جانے کی صورت میں حزبِ اختلاف فوری طور پر اس میں ترمیم پیش کرے گی، جس سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(صفحہ:۳۰۱،ایضاً)

۳۰؍جون کے اجلاس میں قادیانی مسئلہ سے متعلق حکمران پارٹی کی ایک تحریک اور حزبِ اختلاف کی ایک قرارداد ایوان کی خاص کمیٹی کے سپرد کردی۔(صفحہ:۳۱۸،ایضاً)

قومی اسمبلی میں آج صبح قادیانیوں کے مسئلہ سے متعلق حزبِ اختلاف کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے جو قرارداد پیش کی، اس پر ۲۳ ممبران کے دستخط تھے۔(صفحہ:۳۱۹،ایضاً)

یاد رہے کہ یہ قرارداد مجلسِ عمل کی سفارش پر متحدہ اپوزیشن کی طرف سے جمع کرائی گئی اور جسے پیش کرنے کے لئے مولانا نورانیؒ کا انتخاب ہوا۔

اسی دن دو گھنٹے کے وقفے کے بعد ساڑھے بارہ بجے اجلاس شروع ہوا اور وزیرِ قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کی تحریک اور اپوزیشن کی قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کرتے ہوئے ایوان کی رائے کے مطابق تمام ممبران پر مشتمل ایک خاص کمیٹی کے سپرد کردی۔(صفحہ:۳۲۰،ایضاً)

مرکزی مجلسِ عمل کے ۲؍جولائی ۱۹۷۴ء کے اجلاس میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں سے متعلق اپوزیشن کی پیش کردہ قرارداد پر اظہارِ اطمینان کیا۔(صفحہ نمبر:۳۲۲،ایضاً)

اسپیکر کی صدارت میں ایوان کی اس خاص کمیٹی کے اجلاس میں کمیٹی کی کارروائی کے بارے میں ضابطہ کار طے ہوا اور فیصلہ کیا گیا کہ ۵؍جولائی تک قراردادیں، تجاویز اور مشورے وصول ہوں گے اور اگلا اجلاس بدھ کو ہوگا اور کمیٹی کی کارروائی کے ضمنی رولز تیار کیے جائیں گے۔

(صفحہ نمبر:۳۲۸،ایضاً)

قومی اسمبلی کے ۵؍جولائی کے اجلاس میں ایک بارہ رکنی رہبر کمیٹی بشمول مولانا غلام غوث ہزاروی، مفتی محمود اور مولانا نورانی تشکیل دی گئی۔

(صفحہ:۳۴۵،ایضاً)

۱۳؍جولائی کو رہبر کمیٹی نے انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تحریری بیان اور مسودات پر غور کیا۔(صفحہ:۳۶۷،ایضاً)

تمام ممبران پر مشتمل اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے خصوصی اجلاس میں ۵؍اگست سے ۱۰؍اگست تک ۶؍دن اور ۲۰؍اگست سے ۲۴؍اگست تک پانچ دن کل گیارہ دن مرزا ناصر احمد چیف آف قادیانی گروپ اور ۲۷اور ۲۸؍اگست دو دن صدر الدین وغیرہ لاہوری گروپ پر جرح ہوئی، یہ کل تیرہ دن قادیانی ولاہوری گروہ پر جرح ہوئی۔

اس کے بعد طے شدہ طریقہ کار کے مطابق فیصلہ ہوا کہ اپنی اپنی قراردادوں پر پہلے ان کے محرکین اپنا وضاحتی بیان دیں گے۔صفحہ نمبر:۱۸۳۵ جلد نمبر:۴، اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ، یہاں انگریزی میں ہے:

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کل جماعتی مرکزی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت کی طرف سے ملتِ اسلامیہ کا قادیانی فتنہ کے خلاف موقف پیش کرنے کی بھرپور تیاری کی گئی۔ پارک ہوٹل کو مرکزی قیام گاہ بنا کر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی مرکزی لائبریری ملتان سے قادیانیت کی کتب اور اخبارات کا ایک ذخیرہ منتقل کیا گیا۔ مذہبی بحث کو لکھنے کا عمل مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے ذمہ اور سیاسی بحث لکھنے کا عمل مولانا سمیع الحق صاحب کے ذمہ لگایا گیا۔ دونوں حضرات راولپنڈی آ موجود ہوئے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کے معاون حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعر صاحبؒ تھے، جبکہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے معاون، مولانا تاج محمود صاحبؒ اور مولانا شریف جالندھریؒ تھے۔ دن بھر کی اسمبلی کی کارروائی میں شرکت کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحبؒ اور چوہدری ظہور الٰہی صاحبؒ اور جناب پروفیسر غفور احمد صاحبؒ وغیرہ حضرات پارک

عقیدۂ ختم نبوت کی طرح حیاتِ عیسیٰؑ کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے: مفتی محمد راشد مدنی

کراچی.... گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد اقصیٰ کھڈہ مارکیٹ لیاری میں منعقدہ پروگرام میں بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (رحیم یار خان) نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کی طرح حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھنا بھی ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ آپ کے نزول اور کیفیات کے بارے میں احادیث شریف میں پوری تفصیل آئی ہے۔ اس پروگرام میں مولانا عبدالمتین (امام وخطیب مسجد ہذا) نے بھی بیان کیا۔ نقابت کے فرائض مولانا عبدالحمید کوہستانی نے انجام دیئے۔

ہوٹل میں مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے یہاں آتے اور ملتِ اسلامیہ کا موقف یعنی محضر نامہ جتنا لکھا جا چکا ہوتا، اس کی سماعت کرتے۔ حضرت پیر طریقت شاہ نفیس الحسینی صاحبؒ اپنے شاگرد خوش نویسوں کی ٹیم کے ہمراہ جو مکمل ہو جاتا اس کی کتابت کا فریضہ سر انجام دیتے۔ جب ۲۸ راگست کو قادیانیوں پر جرح کا عمل مکمل ہوا، یہ لکھا ہوا محضر نامہ یا ملت اسلامیہ کا موقف جو درحقیقت پیش کی گئی قرارداد کی حقیقی وضاحت و تفصیل تھی، مفتی محمود صاحبؒ نے ۲۹ اور ۳۰ راگست کو دو دن میں خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں پڑھ کر سنا دیا۔ یہ مکمل بیان جو ملتِ اسلامیہ کا موقف اور چار ضمیمہ جات پر مشتمل تھا، ضمیمہ نمبر ا: فیصلہ مقدمہ بہاولپور، ضمیمہ نمبر: ۲ فیصلہ مقدمہ راولپنڈی، ضمیمہ نمبر:۳، فیصلہ مقدمہ جیمس آباد، ضمیمہ نمبر:۴ فیصلہ مقدمہ جی ڈی کھوسلہ گورداسپور۔ یہ سارا عمل دو دن میں مکمل ہوا۔ (دراصل یہ جملہ کہ محضر نامہ مفتی محمود صاحبؒ نے پیش کیا، مفتی منیب صاحب کی غلط فہمی کا اصل سبب بنا)۔ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ نے اپنا محضر نامہ تیار کیا جو مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے ۳۰ راگست کے اجلاس کے آخری حصہ میں اور ۳۱ راگست کو پڑھا، پھر دوسرے محرکینِ قرار داد نے اپنا اپنا موقف پڑھا اور عام بحث کا عمل خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں ۳، ۴، ۵ رستمبر تک جاری رہا۔ ۶ رستمبر کو اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیارؒ کے بیان پر بحث پر اختتام پذیر ہوئی۔ پھر ۷ رستمبر کو وہ تاریخی فیصلہ ہوا جو امتِ مسلمہ کے اتحاد و اتفاق اور مشترکہ محنت و کاوش کا حقیقی ثمرہ ہے، جس کے تحت قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔

یہ کتھا سنانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سو سالہ فتنہ کی سرکوبی کے لئے جو جدوجہد امت کے علماء و زعماء کرتے رہے، اس کو انجام تک پہنچانے کے لیے یہ آخری معرکہ، باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ متحدہ مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر اسمبلی کے باہر اور اسمبلی کے اندر انتہائی اخلاص کے ساتھ عمل پذیر ہو کر نتیجہ خیز ہوا۔ یقیناً یہ ان تمام حضرات کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت ہے جو بغیر کسی کریڈٹ کی طلب اور نام و نمود کے حصول کے ہمہ تن مصروف کار رہے، اور جو جس کے حصہ میں آیا، اس نے پوری تندہی، دیانت داری اور ہمت و جرأت کے ساتھ اسے خوب نبھایا۔ اللہ تعالیٰ سب کے عمل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور آئندہ بھی ملتِ اسلامیہ کو دین حق کی سربلندی کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فتنہ پردازوں اور تفرقہ بازوں سے اس امت کو محفوظ فرمائے، آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

☆☆.................☆☆

محدث عالم

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ نے جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ کو سنا کہ لوگ ''شیخ الہند'' کہتے ہیں تو حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ: میں تو ان کو شیخ العالم کہتا ہوں۔

سیّدی وسندی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ کو جب اکابر نے ''امام اہل سنت'' کا لقب دیا، جس کے آپؒ بجا طور پر مستحق تھے تو میری زبان پر جاری ہوا کہ وہ تو محدث عالم ہیں۔ خود حضرت امام اہل سنتؒ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ: ہم خانۂ کعبہ میں تھے، کسی بات کا تذکرہ وہاں کے اکابر علماء کرام سے ہوا تو میں نے حدیث شریف نقل کی اور کہا کہ یہ موارد الظمآن کے فلاں فلاں صفحہ پر ہے تو سامعین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گیا میں نے کہا کہ یہ حدیث کی کتاب ہے تو فوراً وہ اٹھے اور میری پیشانی کو چوم لیا اور فرمایا: ''یا شیخ بارک اللّٰہ فی علمک وعمرک'' اس سے آپ حضرت امام اہل سنتؒ کی تبحر علمی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے ایک ملاقات میں مجھ سے پوچھا: سنا ہے کہ آپ نے مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے جنازے میں شرکت کی تھی؟ میں نے کہا: جی ہاں! الحمدللہ! مجھے جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ پھر فرمانے لگے: مولانا سرفراز خان صفدرؒ بڑی خوبیوں والے عالم دین تھے، وہ صاحب مطالعہ، صاحب قلم، صاحب فن تھے، ان کے ان کمالات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، پس ان کا نعم البدل قیامت تک کوئی پیدا نہیں ہوگا۔

مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

حضرت اقدس مولانا علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

گدائی شریف ڈیرہ غازی خان

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

میرے حضرت، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جہاں اور کئی ایک مشائخ کرام سے مجاز ہیں وہاں ڈیرہ غازی خان گدائی شریف کے مولانا علی المرتضیٰؒ سے بھی چاروں سلسلوں میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ حضرت مولانا علی المرتضیٰؒ کو سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف شیخ حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ اور ہمارے حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

ولادت: شناختی کارڈ کے مطابق آپ کی سن ولادت ۱۹۰۷ء ہے۔ آپ کے والد محترم مولانا محمد حسین نوراللہ مرقدہ درویش صفت عالم تھے اور شیخ حسین ابن محسن یمنیؒ سے ۱۳۲۷ھ میں بھوپال (انڈیا) میں حدیث شریف پڑھی۔ فراغت کے بعد بھوپال، حیدرآباد دکن سمیت کئی ایک مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت موصوف کو اللہ پاک نے تین فرزندان گرامی سے سرفراز فرمایا، جن میں سے ایک حضرت مولانا علی المرتضیٰؒ تھے۔

تعلیم وتعلم: آپ نے دین پور شریف، احمد پور شرقیہ، سہارنپور، مدرسہ مظاہرالعلوم اور اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ تجوید وقرأت مظاہرالعلوم سہارنپور کے قاری عبدالعلیمؒ سے سیکھی آپ کے اساتذہ حدیث میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا ثابت علیؒ، مولانا عبداللطیفؒ اساتذہ کرام مظاہرالعلوم، حضرت مولانا واحد بخشؒ، حضرت مولانا محمد صدیقؒ خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے درس لیا۔ گویا حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہم درس رہے۔ ان اساتذۂ کرام کے فیضان علم نے انہیں کندن بنادیا۔

اصلاحی تعلق: آپ کی تعلیم کا آخری سال تھا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ مسکین پوری سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور خلعت خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ حضرت مسکین پوریؒ کو بھی اپنے اس خلیفہ ومسترشد سے بہت محبت تھی۔ جس کی وجہ سے بارہا گدائی شریف کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ فرماتے تھے: ”گدائی از تو نے خواہم جدائی“ اور حضرت موصوف ہر دوسرے ہفتہ گدائی شریف سے مسکین پور پیدل تشریف لے جاتے۔ راستہ میں کسی کی مہمانی اور سوال کی شیخ کی طرف سے ممانعت تھی۔ حضرت والا فقر وفاقہ کے دور ابتلاء سے گزرے، جب والد محترم کا انتقال ہوا، تو ان کی تجہیز وتکفین بھی قرض لے کر کی گئی۔ شادی کا وقت قریب تھا تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کے نانا سے درخواست کی کہ دولہا میاں کے لئے نئے کپڑے بنائے جائیں تو فرمایا کہ جن کپڑوں میں نماز ہوجاتی ہے۔ ان میں نکاح بھی ہوجاتا ہے۔ پرانے کپڑے دھوکر شادی کی تقریب سرانجام پائی۔ تنگدستی ایک عرصہ تک رفیق سفر رہی، لیکن آپ کے پائے استقامت میں جنبش نہ آئی۔ ایک دینی کتب خانہ میں بھی ایک عرصہ تک ملازمت اختیار کی اور درس و تدریس کا سلسلہ بلامعاوضہ جاری رکھا۔

مسند ارشاد وتلقین: ابتدائی دور میں بالیجی شریف کی درگاہ قادریہ راشدیہ کے بانی اور مسند نشین حضرت حماداللہ بالیجویؒ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ فرمایا: ”واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین فان قوموفقل حسبی اللّٰہ“ گویا طریق سلسلہ کے لئے نصیحت تھی۔ تعلق قائم کرنے والوں سے نرمی اختیار کریں اور نفع پہنچائیں اور نہ جڑنے پر اللہ تعالیٰ کو کافی سمجھیں نیز فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”نعم الدخل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ“ فرمایا دین کی سمجھ رکھنے والا وہ مرد اچھا ہے، اگر اس کی طرف احتیاج ہو تو نفع پہنچانے میں دریغ نہ کرے اور لاپرواہی کی جائے تو نفس کو غنی سمجھے۔ حضرت والا کا یہی مزاج تھا۔ پیر اور شیخ بننے کے خواہش مند نہ تھے، اور فرماتے کہ نہ کسی کے آنے کی خوشی اور نہ جانے کا غم۔ آپ کے مزاج مبارک میں سادگی تھی۔ فرماتے: ”مشک آنست خود ببوید نہ کہ عطا بگوید“ مشک (خوشبو) وہ ہے جو خود

بیکے نہ کہ دکاندار کہتا پھرے۔

حلقہ مراقبہ: صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ اور مغرب کی نماز کے بعد حلقہ مراقبہ دعا کے ساتھ ختم ہوتا۔ سالکین ذوق وشوق کے شریک ہوتے اور حضرت والا کی خصوصی توجہ سے اپنے اسباق سناتے۔

بیعت: ابتدائی دور میں بیعت لینے سے بہت گھبراتے۔ صرف وعظ ونصیحت پر اکتفا فرماتے، اگر کوئی بیعت کے لئے درخواست کرتا تو اسے دوسرے شیخ کی طرف متوجہ فرماتے۔ اگر کوئی باصرار بیعت ہوجاتا تو اس کی خوب نگرانی فرماتے۔ جب شہرت زیادہ ہوئی تو متوسل کو اس کی استعداد کے مطابق سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق ارشاد فرماتے۔ اگرچہ آپ چاروں سلسلوں میں مجاز تھے، لیکن سلسلہ نقشبندیہ کو امتیاز حاصل رہا۔

عبادات ومعمولات: حضرت والا کی نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ہوتی۔ مدتوں آپ کی تکبیر اولیٰ فوت ہوتے نہیں دیکھی گئی۔ نماز فجر اندھیرے میں شروع فرماتے اور اجالے میں ختم فرماتے، باقی نمازیں اول وقت میں ادا فرماتے۔ امامت خود فرماتے۔ قرأت مسنونہ فرماتے، تہجد، اشراق، اوابین کا التزام فرماتے۔ چودہ حج، چھ عمرے کئے، سب سے پہلا حج ۱۳۵۷ھ میں کیا۔ خور ونوش میں قلت اختیار فرماتے۔ خور ونوش قوت لایموت کے طور پر رہی۔ حضرت والا کا آخری عمرہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں اور اسی سال آخری حج بھی فرمایا۔ سفر حج پر جانے سے پہلے چند منٹ کے لئے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تشریف لائے۔ ۱۲رجولائی ۱۹۸۸ء کو روانگی تھی۔ بجائے سفر حج کے خود اللہ تعالیٰ کے ہاں چلے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معمولات میں ذکر اللہ، تسبیحات مسنونہ اور مراقبہ کثرت سے تھا۔ تخلیہ چار گھنٹے مراقب رہتے۔

۲۴رشوال المکرم حسب معمول جمعہ کے لئے شہر سے اپنے آبائی قصبہ (گدائی شریف) رکشہ پر تشریف لائے واپس نماز عصر شہر میں ادا فرمائی۔ نماز مغرب سے تھوڑی دیر پہلے دل پر اثر ہوا اور سنبھل گئے۔ آج کی رات آخری رات تھی مغرب عشاء اور صبح کی نماز میں گھر میں باجماعت ادا فرمائیں۔ اگلے دن ۲۵رشوال المکرم کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ گدائی شریف کے ہائی اسکول میں ہزاروں افراد نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ نماز جنازہ کی امامت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالستارؒ صدر مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان نے فرمائی۔ رات کے ایک بجے تقریباً تدفین کی تکمیل ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے داماد حضرت مولانا محمد اسحاق مدظلہ جانشین مقرر ہوئے۔ گدائی شریف کی مسجد کے شمال مشرقی کونہ میں آرام فرما ہیں۔ یہ مضمون حسن حصین من کلام رب العالمین سے ملخص کیا گیا، مضمون مولانا رشید احمد شاہجہانی نے لکھا۔ ☆☆

مولانا عبدالباقیؒ چیچہ وطنی کی وفات

چک نمبر 42/12L چیچہ وطنی اہل حق کا قدیمی مرکز ہے۔ مولانا محمد صدیقؒ، حافظ عبدالرشیدؒ، چوہدری محمد بشیر چیمہ (والد گرامی ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ) خانقاہ سراجیہ سے متعلق رہے ہیں۔ ذاکر وشاکر حضرات تھے۔ مولانا عبدالباقیؒ اول الذکر مولانا محمد صدیقؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ موصوف نے موقوف علیہ تک کتب اہل حق کے مجاہد ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ، مولانا مختار احمدؒ، مولانا عبدالمجید انورؒ اور دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں، ان دنوں جامعہ رشیدیہ کا طوطی بولتا تھا۔ 1976ء میں جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، مفسر القرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اور دیگر اساتذہ کرام سے احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے والد گرامی مولانا محمد صدیق جو چک 42/12L میں امام وخطیب تھے۔ ان کی خدمت میں رہ کر معاون امام وخطیب کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ 1982ء میں جامعہ محمدیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ حدیث اور فقہ پر انہیں خاصا عبور حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی حدیثی خدمات پر انہوں نے خوب کام کیا۔ تعلیم کے زمانہ میں جمعیت علماء اسلام میں بھرپور کام کیا۔ جسامت کے اعتبار سے دبلے پتلے اور عزم وہمت کے اعتبار سے فولادی عزم کے مالک تھے۔ جو بھی کام شروع کیا، اسے آخر تک پہنچا کر دم لیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں میں خصوصی دلچسپی لیتے، جب بھی کوئی دینی پروگرام مجلس نے منعقد کیا، اس میں شرکت کی۔ 38 سال امامت وخطابت کی کچھ دنوں سے بخار کے مریض چلے آرہے تھے۔ علاج ومعالجہ اور بیماری ساتھ ساتھ رہے۔ تاآنکہ وقت موعود آن پہنچا اور اپنے بیٹوں مولانا عبدالہادی اور مولانا عبدالباری کو وصیت کی کہ اگر میری موت جمعہ کو ہو تو تدفین میں تاخیر کرکے جمعہ کی سعادت سے محروم نہ کرنا۔ نیز یہ بھی وصیت کی کہ میری نماز جنازہ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد مدظلہ پڑھائیں اور اگر آپ اپنی بیماری اور علالت کی وجہ سے نہ آسکیں تو جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شعبہ تخصص فی الارشاد کے نگران مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ پڑھائیں۔ اللہ پاک نے ان کی دونوں وصیتیں پوری فرمائیں، جمعہ کی تدفین اور مفتی صاحب کی امامت میں جنازہ ہوا۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ کے

خودنوشت حالاتِ زندگی

اسکول سرٹیفکیٹ کے مطابق راقم کی تاریخ پیدائش یکم اپریل ۱۹۵۷ء ہے واللہ اعلم پرائمری اپنے علاقائی اسکول سے کیا۔

دادا جی میاں الٰہی بخشؒ اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے، صرف قرآن پاک وہ بھی سادہ انداز میں پڑھتے تھے، ایک دینی پروگرام میں مجھے ساتھ لے کر گئے۔ ایک خطیب کی تقریر سن کر خاصے متاثر ہوئے اور مجھے فرمایا کہ محمد اسماعیل: تجھے مولوی بنانا ہے۔ ایسے تقریر کرنا۔ چنانچہ پرائمری امتحان سے فراغت کے بعد مجھے شجاع آباد کے معروف تعلیمی ادارہ مدرسہ عزیز العلوم میں داخل کرادیا گیا۔

مدرسہ عزیز العلوم کے بانی مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ ثانی سیبویہ حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت پونٹوی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید اور جنوبی پنجاب کے استاذ الکل تھے۔ جن کے چشمۂ فیض سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، قطب الارشاد سیّدی و مرشدی مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ جیسی جبال العلم شخصیات فیضیاب ہوئیں۔

مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کے فرزند اکبر مولانا مفتی عبداللہ عزیز راقم کے رفیق درس تھے، استاذ محترم نے ہمیں فارسی نظم کریما، نام حق، پندنامہ، گلستان، بوستان، زلیخا، مالا بدمنہ، خود پڑھائیں۔ صَرف استاذ العلماء حضرت مولانا منظور الحق سابق مہتمم دارالعلوم کبیروالا کے شاگرد رشید مولانا محمد عبداللہ ککڑ ہٹہ کبیر والا، مولانا مشتاق احمد شجاع آباد سے پڑھی، جبکہ نحو تقریباً ساری استاذ محترم مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ نے خود پڑھائی استاذ محترم کا ذوق اور محبوب فن تفسیر قرآن تھا تو ہمیں قرآن پاک کا ترجمہ بھی خود پڑھایا، شرح جامی تک اسباق مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں پڑھے۔

جلالین شریف والا سال خیر المدارس ملتان میں گزارا، جلالین شریف حضرت مولانا عتیق الرحمٰنؒ، مختصر المعانی حضرت مولانا محمد صدیقؒ، ہدایہ ثالثہ حضرت مولانا منظور احمدؒ، سلم العلوم حضرت مولانا شیخ نذیر احمدؒ بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد جو جامعہ خیر المدارس ملتان میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ہدایہ سعیدیہ فلسفہ حضرت مفتی محمد اسحاقؒ سے پڑھا۔ یہ سال تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء والا سال تھا۔

۱۹۷۵ء مشکوٰۃ شریف والا سال تھا، جنوبی پنجاب میں دو اساتذہ کرام کی مشکوٰۃ شریف بہت مشہور تھی۔ حضرت مولانا شیخ نذیر احمدؒ جو بہت لمبی تقریر فرماتے تھے۔ دوسرے شیخ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ جو مختصر تقریر فرماتے اور نفس حدیث سمجھانے کی کوشش فرماتے، راقم چونکہ بچپن سے سہل پسند واقع ہوا ہے تو ثانی الذکر کی خدمت میں حاضری اور پڑھنے کو ترجیح دی۔ ثانی الذکر کا مشکوٰۃ شریف کی تدریس کا انیسواں سال تھا۔

ہماری مشکوٰۃ شریف کی کلاس اٹھارہ انیس طلبہ پر مشتمل تھی۔ ان میں سے اکثر ذہین اور محنتی تھے تو اگلے سال ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز کردیا گیا۔ چنانچہ بخاری و ترمذی استاذ جیؒ نے خود پڑھائیں۔ مسلم شریف مولانا محمد امینؒ جو چند سال پہلے جامعہ عمر بن خطاب ملتان کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے فوت ہوئے۔ ابوداؤد شریف سیّدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا سیّد جاوید حسین شاہ مدظلہ سے پڑھی، جبکہ نسائی شریف حضرت مولانا شیخ حبیب احمد مدظلہ اور طحاوی شریف شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم مولانا منیر احمد منور مدظلہ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خطیب ختم نبوت مولانا سیّد منظور احمد شاہ حجازیؒ کے توجہ دلانے سے مجلس کے ردِّقادیانیت کورس میں شرکت کی درخواست دی اور فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے تردید قادیانیت کی تربیت حاصل کی، نیز محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعریؒ کی صحبتیں بھی نصیب ہوئیں۔

۱۹۷۷ء کے اوائل میں رحیم یار خان میں مبلغ کی حیثیت سے تقرری ہوئی ۱۹۸۰ء میں بہاولپور تبادلہ کردیا گیا، چنانچہ ۱۹۸۹ء تک بہاولپور مبلغ رہا۔ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک لاہور میں خدمات سرانجام دیں۔ ۲۰۰۱ء سے لے کر تادم تحریر دفتر مرکزیہ ملتان میں خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک تاحیات عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی چوکیداری نصیب فرمائے رکھیں۔ آمین۔

☆☆..............☆☆

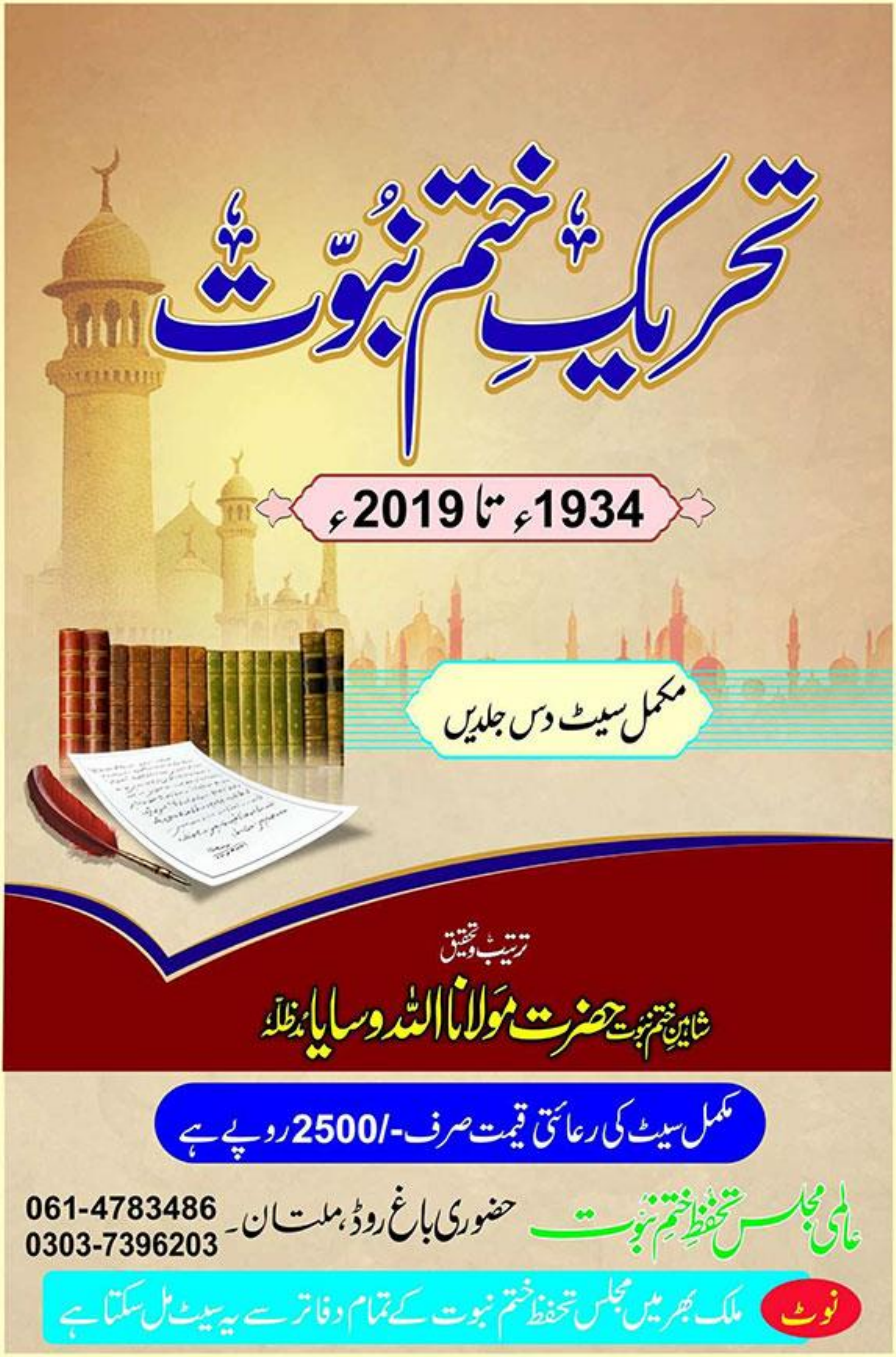
تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مُدظلّہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے